ماہنامہ
الحقیقہ
مجلہ پاکستان
شمارہ 8۔ جلد 13
رجب المرجب ۱۴۳۴ھ مئی 2013ء

سفرِ معراج

سیاحِ لامکاں

(اداریہ)
پاکستان کی بقاء اور الیکشن ۲۰۱۳ء

گوشۂ خواتین

بیٹھنے سونے اور چلنے کے آداب

مسائلِ دینیہ

دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل حل

﴿اے شہِ دوسرا﴾

اے شہِ دوسرا، مرے غم کی دوا ، تیری نظرِ عطا کے سوا کچھ نہیں
ہو اگر شاملِ حال تیرا کرم ، پھر یہ آقا ہجومِ بلا کچھ نہیں
مانگو حق سے تو ذرۂ عشقِ نبی ، کوئی جنت نہیں اور اس سے بڑی
یہ ملا تو ملی دولتِ دوجہاں ، ورنہ سمجھو جہاں میں ملا کچھ نہیں
جس کے در سے مجھے نورِ ایماں ملا ، مژدۂ عظمتِ نوعِ انساں ملا
بے نوا ہی سہی، پر یہ کیسے کہوں ، اس کی رحمت نے مجھ کو دیا کچھ نہیں
یہ زمیں،یہ زمانہ،یہ کوہ و کمر ، یہ فضا ، یہ ہوا اور یہ شمس و قمر
ہر کہیں ہیں نبی ہی نبی جلوہ گر ، دہر میں مصطفےٰ کے سوا کچھ نہیں
جان ڈوبی رہے تیرے انوار میں ، فکر کھویا رہے تیرے افکار میں
آقا تیرے سوا کچھ نہ ہو مدعا ، میرا اس کے سوا مدعا کچھ نہیں
غفلتوں میں رہا عمر بھر مبتلا ، صبر و ہمت، نہ سامانِ حسنِ ادا
کس زباں سے میں دعویٰ کروں عشق کا ، رب کے محبوب مجھ سے ہوا کچھ نہیں
میں ہوں آقا ابھی 'میں' میں الجھا ہوا ، مجھ کو مجھ سے شہا ہو رہائی عطا
میں ہوں مظلوم اپنا ستایا ہوا ، مجھ کو غیروں سے شکوہ گلہ کچھ نہیں
حشر میں جب بپا ہو قضاو جزا ، دیکھ کے مجھے کو فرمائیں یوں مصطفےٰ
یہ گدا ہے مری آلِ اطہار کا ، آج اس کیلئے تو سزا کچھ نہیں
صدقہ صدیق و فاروق و عثمان کا ، صدقہ حیدر کا ، زہرائے ذیشان کا
بھر دے اپنی محبت سے دامانِ دل، خواجہ تیرے خزانے میں کیا کچھ نہیں
میں کجا اور کجا ذکرِ شاہِ حرم ، میں سراپا خطا وہ سراپا کرم
نسبتِ شیخ نے رکھ لیا ہے بھرم ، ورنہ یہ آسی بینوا کچھ نہیں

..........حضور مفکرِ اسلام پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہ..........

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

''صدر زرداری......اسلام کی عدالت میں''

سعید آسوی کے قلم سے

بفضلہٖ تعالیٰ پاکستانی عوام وخواص الیکشن 2013ء کی تیاریوں میں مصروف ہیں جس کا انعقاد 11 مئی کو انشاء اللہ العزیز ہوگا۔ وطن عزیز کے خیر خواہوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ قوم کو اچھی طرح باور کرائیں کہ یہ خطۂ ارضی اتنی بڑی بڑی قربانیوں کے بعد حاصل ہوا جس کی مثال اس دور میں ملنا محال ہے۔ جبکہ مفاد پرست، خودغرض، بے حس اور ظالم حکمرانوں کی کارگذاریوں کی بدولت آج اس کا وجود سخت خطرے میں ہے۔ آج جبکہ اس ارض مقدس کا وجود لہولہان ہے، بم دھماکوں کی وجہ سے، امن و امان کی روز بروز بگڑتی صورتحال کے سبب، کرپشن اور لوٹ مار کے عفریت کی بدولت، مہنگائی اور لوڈ شیڈنگ کے اندھیروں کے طفیل، قوم کا یہ احساس کرنا نہایت ضروری ہے کہ ملک کی باگ دوڑ اسلام پسند، روشن ضمیر، باکردار، منصف مزاج، جذبہ خدمت سے معمور اور وطن عزیز کو مسائل ومصائب کے گرداب سے نکالنے کے عزم سے سرشار افراد ہی سنبھالیں اور اس بات میں کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہئے ملکی سلامتی و بقا کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔

اے پاکستان کے باسیو! اس ارض مقدس کی قدر و قیمت جانو اور جاننا چاہتے ہو تو 1857ء کی جنگ آزادی کے شہداء سے پوچھو، اسکی قدر پوچھنی ہے تو ان سے پوچھو جو 1947ء میں اپنے پیاروں کی بے گور وکفن لاشیں پیچھے چھوڑ آئے تھے، یا ان ماؤں سے پوچھو جنھوں نے اپنے چند دنوں یا چند مہینوں کی نوخیز کلیوں کو نیزوں میں پرو یا دیکھا تھا، یا ان بوڑھوں سے پوچھو جنھوں نے اپنے جوان بیٹے اپنے سامنے ذبح کروا کر اس پاک سرزمین پر قدم رکھا تھا، یا ان عفت مآب بیبیوں سے پوچھو جنھوں نے اپنی عصمت کی چادر کو تار تار کروا کر پاکستان کی مقدس فضاؤں کو اپنی پیرہن بنایا تھا۔ ہاں ہاں! آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ پاکستان کیسے بنا اور کیسی کیسی قربانیوں کے بعد یہ حاصل ہوا۔ ہزاروں میں سے صرف چند واقعات اور وہ بھی صرف اعلان پاکستان کے بعد کے۔

شجاع آباد ملتان سے تعلق رکھنے والے تحریک پاکستان کے ایک بزرگ کارکن کا بیان ہے:

''مجھے 1947ء کا وہ منظر کبھی نہیں بھولتا جب بٹھنڈہ شہر سے ہم نکلنے لگے تو ہندوؤں اور سکھوں کے جتھوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ تب میری عمر تیرہ سال تھی۔ میرے سامنے میرے باپ کو قتل کیا گیا پھر میرے دادا کو لٹا کر ذبح کیا گیا یونہی میری خالائیں اور پھوپھیاں ذبح کر دی گئیں۔ جو جوان لڑکیاں تھیں ان میں سے چند خوبصورت لڑکیوں کو ہندو اور سکھ سنگینوں کے سائے تلے چھین چھین کر لے جا رہے تھے۔ ایسی صورتحال میں ایک لڑکی نے ایک چاقو اپنے بھائی کو دیا اور کہنے لگی، بجائے اس کے کہ ہم ان کے گھروں میں ذلیل ہوتی رہیں، ہمیں ذبح کر دو۔ بھائی ہچکچانے لگا مگر بہن چیخ رہی تھی۔ بھائی جان وقت کم ہے جلدی کرو۔ آخر بھائی نے مجبور ہو کر بہن کی شاہ رگ کاٹ دی۔ اب ایک دو اور پھر لڑکیوں کی لائن لگ گئی جو اپنے گلے کٹوا رہی تھیں۔ منظر کبھی نہیں بھولتا جو ہمارے ساتھ بیتا تھا۔''

آج کی نوجوان نسل کو کیا پتا کہ لا الہ الا اللہ کے نام پر پاکستان کن قربانیوں کے صلہ میں بنا تھا۔ ایک اور شخص کا آنکھوں دیکھا پر درد واقعہ سنیں:

''جب پاکستان بنا تو مسلمانوں کے قافلے ہجرت کر کے پاکستان آنے لگے۔ ایک قافلے میں چار افراد پر مشتمل کنبہ ایسا بھی تھا جس میں ماں، باپ، ایک دس سالہ بیٹی اور پانچ سالہ چاند جیسے مکھڑے والا بیٹا بھی تھا۔ راستے میں ہندوؤں اور سکھوں کے مسلح دستے نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ بہت سے لوگ مارے گئے۔ کافروں نے دھکا دے کر ماں کو گرا دیا۔ اس کی گود سے بچہ چھین لیا۔ اسے ہوا میں اچھالا، نیچے نیزہ کر دیا۔ معصوم بچہ اس نیزے میں پرو دیا گیا۔ چیخوں نے فضا میں شور ڈالا، خون کے فوارے پھوٹے اور معصوم نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اس معصوم بچی کو سکھوں نے اٹھا لیا، پھر نہ ماں باپ کو خبر ہو سکی کہ ان کی نازوں پلی یہ بچی کدھر گئی، نہ بچی کو معلوم کہ اس کے والدین کہاں ہوں گے۔''

اس طرح کے دلخراش واقعات کثرت سے ہوئے جنہیں چشم تر کے بغیر پڑھا یا سنا نہیں جا سکتا۔ محض ایک واقعہ اور ملاحظہ کیجئے۔ یہ واقعہ فیصل آباد کے ایک بزرگ کا ہے جن کا انتقال 1997ء میں ہوا۔ انہوں نے یہ واقعہ اپنی پوری زندگی میں صرف دو بار سنایا اور دونوں بار سناتے ہوئے بے ہوش ہوئے۔ فرماتے ہیں:

''میری تین بیٹیاں تھیں جن کی عمریں پندرہ، تیرہ اور نو سال تھیں۔ میں جب قافلے میں شامل ہو کر جموں سے نکلا تو نکلتے ہی مسلمانوں پر حملہ ہو گیا۔ میری بیٹیاں میرے سامنے ذبح کر دی گئیں۔ مجھے ایک ہندو نے پیچھے سے جکڑ لیا۔ دوسرے نے واحد بچنے والی مریم کو پکڑا اور لے گئے۔ میں روتا پیٹتا، شدت غم سے نڈھال، اسی حالت میں لٹے پٹے قافلے کے ہمراہ پاکستان پہنچا۔ بس مجھے اپنی مریم نہیں بھولتی''

باباجی اس آخری جملے" مجھے میری مریم نہیں بھولتی" کا تکرار کرتے کرتے بے ہوش ہوگئے۔ بعد میں ان کا انتقال ہوگیا۔ یوں بنا تھا پاکستان۔

المختصر! پوری تاریخ انسانی کا مطالعہ کرلیجئے، کسی خطہ ارضی کے حصول کے لئے اتنی قربانیاں نہیں دینی پڑیں جتنی اس مقدس سرزمین کے لئے دی گئیں۔ اب ہونا یہ چاہئے تھا کہ ہم رب تعالیٰ کا ہردم شکرادا کرتے کہ اس نے ہمیں ایک آزاد وطن میں سانس لینا نصیب فرمایا اور شکر یہ ادا کرنے کی صورت یہ تھی کہ قوم کا ہر فرد یہ اعلان اور عہد کرتا کہ وطن عزیز کی بقا اور سربلندی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھوں، لیکن ہوا کیا، ہم نے سب کچھ فراموش کردیا۔ بالخصوص ہمارے دوٹوں پہ "پلنے" والے زرداری ٹولے اور اس سے ماقبل مشرف نے ملک کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا۔ ان کے ادوار میں دہشتگردی کے خلاف نام نہاد جنگ جسے امریکہ کی جنگ کہنا مناسب ہوگا، اس کا بے مقصد حصہ بن کر اپنے 40000 پاکستانی مروادیئے۔ جس کے ردعمل نیز امریکی و ہندوستانی سرپرستی میں خودکش دھماکوں اور اس کے نتیجے میں بے گناہ عوام کی لاشیں گرنے کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔ مزارات اولیاء کو بھی نہ بخشا گیا۔ ان دونوں حکومتوں کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے بے شرمی و بے حیائی کا پاکستان میں ایک طوفان لاکھڑا کیا۔ نوجوان نسل اس طوفان میں بری طرح ہچکولے کھارہی ہے۔ ہر گھر سینما گھر بنتا جارہا ہے۔ اور آنے والے وقت سے خوف آرہا ہے کہ نہ جانے آئندہ نسلیں اسلام، ایمان، غیرت اور شرم وحیا سے کچھ تعلق رکھ بھی سکیں گی یا نہیں۔

زرداری ٹولے نے مہنگائی کو اس بام عروج تک پہنچایا کہ مجبور مائیں اپنے معصوم جگر پاروں کو خیراتی اداروں میں چھوڑنے پر مجبور ہیں، اس لئے کہ ان معصوم بچوں کے (ننھے ننھے) پیٹ بھرنا اور ان کے (مختصر) بدن ڈھانپنا ان ماؤں کے بس میں نہیں رہا۔ (اخبارات میں ایسے واقعات لگاتار آتے رہے) دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ جب یہ مائیں اپنے ان بچوں کو خدا حافظ کہتی ہیں تو ٹوٹ کر رو دیتی ہیں جبکہ خوف ودہشت کے مارے بچے ان سے چمٹتے اور چیختے ہیں۔ دوسری طرف زرداری حکومت کے تقریباً ہر رکن نے کروڑوں یا اربوں کا غبن کیا ہے، جب کہ زرداری صاحب کی لوٹ مار کھربوں روپے مالیت کی ہے۔ (اعدادوشمار گاہے بگاہے ہمارے اداریوں میں آتے رہتے ہیں)

المختصر! قدرت نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اپنے وطن کو مکمل تباہی سے بچاسکیں اور شاید یہ آخری موقع ہے۔ جس کی ڈیڈ لائن 11 مئی 2013ء ہے۔ اس دن ہمیں ملک بچانا ہے، اپنی نسلیں بچانی ہیں۔ اپنا مقدر سنوارنا ہے۔ باایمان اور باکردار لوگوں کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور دینی ہے۔ کیسے؟ اپنے ووٹ کا درست استعمال کرکے۔ اس دن ذات برادری یا قبیلہ نہیں دیکھنا، نسبی یا قلبی رشتہ ناطہ نہیں دیکھنا، محض اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی رضا پیش نظر رکھنی ہے۔ یعنی اسے ووٹ دینا ہے، اسے اپنا لیڈر بنانا ہے جو اسلام کی محبت وغیرت سے آشنا، بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے عطا کردہ دستور حیات کو رائج کرنے کے جذبے سے سرشار اور امریکہ وانڈیا سے ناطہ توڑنے پہ تیار ہو۔

یادرکھیں! (ا) کسی بھی شخص کو ووٹ دے کر گویا آپ یہ گواہی دے رہے ہیں کہ میں اس کو قومی نمائندہ بننے کا اہل سمجھتا ہوں۔ چنانچہ نااہل کو ووٹ دینا "جھوٹی گواہی" ہے، جس کا وبال زبان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے سنیں:

"جب جھوٹی گواہی دینے والے کو روز قیامت کھڑا کیا جائے گا تو اس کے اپنی جگہ سے ہٹنے سے قبل اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب کر

دے گا"   (ابن ماجہ۔حدیث ۲۳۶۴)

(۲) ووٹ دینا اہل امیدوار کی سفارش ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"جو شخص اچھی سفارش کرے گا اسے اجر میں سے حصہ ملے گا اور جو بری سفارش کرے گا اسے سزا میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"   (النساء ۸۵)

(۳) کسی بھی شخص کو ووٹ دے کر آپ اسے اپنا وکیل بناتے ہیں۔یہ وکیل ملکی تقدیر کا درست فیصلہ کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔اگر وکیل غلط شخص کو بنائیں گے تو وہ غلط وکالت کرے گا۔اس کی بدعنوانی کے جرم میں آپ بھی شریک سمجھے جائیں گے۔

(۴) کسی نااہل کو ووٹ دینے کے لئے کسی کو قائل کرنا اسے غلط مشورہ دینا ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں:

"جس نے اپنے بھائی کو کسی بات کا (غلط) مشورہ دیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ بھلائی دوسری بات میں ہے تو اس نے اس سے خیانت کی (یعنی دھوکہ دیا)   (ابوداؤد حدیث ۳۱۷۲)

(۵) ووٹ ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کی ہے اور آپ نے اسے کسی اہل کے سپرد کرنا ہے ورنہ بددیانتی ہوگی۔جس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے کسی شخص کو حکمران بنایا حالانکہ ان (لوگوں) میں اس سے زیادہ اللہ کا فرماں بردار موجود تھا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول جل مجدہ فصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کی پوری جماعت سے خیانت کی۔(المستدرک جلد ۴ ص ۹۲۳)

(۶) نااہل کو ووٹ دینا قیامت کی نشانی ہے۔حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:

"جب حکومت نااہل کے سپرد کر دی جائے گی تو قیامت کا انتظار کرنا   (بخاری۔کتاب العلم)

اے عوام پاکستان! 11 مئی کو آپ نے درست فیصلہ کرنا ہے۔خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر قوم کا اجتماعی ضمیر مردہ، فکر مفلوج، دماغ ماؤف، دل بے حس ہو جائے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے قعر مذلت میں گرنے سے بچا نہیں سکتی۔اس کا علاج اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی اطاعت، کتاب وسنت سے تمسک ہے۔اگر اس طرف توجہ ہی نہ دی جائے تو قدرت کو کیا پڑی ہے کہ ایسی باغی قوم کو عزت وآبرو بخشے اور اس کے مسائل حل ہوں۔

اللہ کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہمیں صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

سفر معراج شریف

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ............

پس منظر۔ معراج شریف کا واقعہ ۱۱ نبوی میں رونما ہوا۔اس دور میں اہل مکہ کی طرف سے اسلام کی مخالفت انتہا کو پہنچ چکی تھی،ابو جہل اور ابولہب وغیرہ تو پہلے دن سے ہی دعوت اسلام کو روکنے کے درپے تھے اور انہوں نے اس چراغ کو گل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔مگر اب ان کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں بہت اضافہ ہو چکا تھا،انہوں نے کچھ عرصہ پہلے بنی ہاشم کے ساتھ مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) بھی کیا جو پورے تین سال جاری رہا ،اہل مکہ نے ایسی ناقدری کی تو حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے طائف کا رخ کیا،شاید وہیں کوئی سعید روح مل جائے،وہاں بھی ایک غلام کے سوا کسی نے آواز حق پر لبیک نہ کہی،واپس مکہ تشریف لائے تو مخالفین اور بھی سخت پائے،آپ کے چچا جناب ابو طالب کو بھی الٹی میٹم مل گیا کہ بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دو یا خطرناک نتائج کے لیے تیار ہو جاؤ،چچا بھی گھبرا گئے تو رحمت عالم ﷺ کی چشم مبارک میں آنسو آ گئے،فرمایا چچا! یہ قریش اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں تو بھی اپنے رب کے فرمان کی تعمیل سے باز نہ آؤں گا،چچا نے یہ استقامت دیکھی تو دوبارہ عہد وفا باندھا،ایک دنیوی سہارا یہ تھا تو دوسرا اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا،دونوں ۱۰ نبوی میں دنیا سے رخصت ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اب ظاہر مشکلات میں جو اضافہ ہوا،اس اندازہ کون کر سکتا ہے۔

یہی وہ صورت حال تھی،جس میں محبوب ﷺ کی عظمت معراج عطاء ہوئی،یعنی دنیا نے اس عظیم و بے مثل شخصیت کی،جس کے لیے دنیا بنائی گئی تھی ،قدر نہ پہچانی تو ان کے رب نے انہیں پاس بلایا،کیونکہ وہی اپنے محبوب کو شان عطا فرمانے والا ہے اور وہی اس شان کو سب سے زیادہ جانتا ہے،دنیا نے بظاہر رخ پھیر لیا،مگر جس کی طرف رخ تھا،اس نے دنیا سے بہت بلند بلکہ بہت ہی بلند،جہاں کسی کا وہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا،بلایا اور بے پردہ دیدار بخشا،اعلیحضرت علیہ الرحمتہ نے بارگاہ رسالت علی صاحب الصلوۃ والسلام میں اسی بنا پر عرض کیا ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

نیز پاس بلا کر دلجوئی کرنا اور اس کشمکش کا انجام دکھانا بھی مقصود تھا کہ

مٹ گئے،مٹتے ہیں،مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے،نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا!!

عظمتوں کا حصول:قدرت نے عظمتوں کے حصول کا یہی قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جو راہ حق میں جتنا صابر ہوگا،اتنا عظیم ہوگا،انسانوں میں سب سے زیادہ مرتبہ انبیائے کرام علیہم السلام کو ملا ہے،اس لیے مصائب و آلام سے بھی زیادہ دوچار وہی ہوئے ہیں،حدیث پاک میں ہے۔ **اشھد الناس بلاء الانبیاء ثم الامرب فالا قرب.**

ترجمہ۔انسانوں میں سب سے سخت بلائیں انبیائے کرام علیہ السلام پر آئیں،پھر ان پر جو ان سے زیادہ قریب تھے پھر ان پر جو (ان دوسروں سے) زیادہ قریب تھے۔

سب سے بڑی معراج:۔انبیائے کرام علیہ السلام میں سب سے زیادہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کو ستایا گیا،اور سب سے زیادہ حضور ﷺ نے ہی صبر و

استقلال کا مظاہرہ فرمایا، لہذا دوسرے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو بھی اپنے اپنے درجے اور شان کے مطابق معراج ہوئی۔ مگر سب سے بڑی معراج سے حضور اکرم ﷺ ہی مشرف ہوئے، دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کو معراج تو فرش ہی کے کسی مقام پر ہوئی مگر حضور اکرم ﷺ کو بالائے عرش بلکہ عرش سے بھی ستر ہزار حجابات آگے، جہاں نہ سمت ہے نہ وقت، یوں سمجھیئے، مکان و زمان کی تمام حدیں، موت و حیات کی ساری تقاوتیں اور نبوت و رسالت کی مقدس عظمتیں نیچے رہیں، اور رب کے محبوب اعظم علیہ الصلوۃ والسلام آگے بلکہ بہت ہی آگے نکل گئے، اس قرب کا اندازہ کون کر سکتا ہے، قرآن حکیم نے اسے قاب قوسین او ادنی (یعنی کمان کے دوسرے بلکہ ان سے بھی قریب) سے تعبیر فرمایا ہے۔ پھر یہ تمام سفر لیلا یعنی رات کے تھوڑے سے حصے میں ہوا، واپس تشریف لائے تو بستر گرم تھا اور زنجیر بھی ہل رہی تھی اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے، کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے

ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے!

ان معراجوں میں ایک اور فرق:۔ انبیائے کرام اور حضور علیہم السلام کی معراج میں ایک اور نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ وہ حضرات اپنی مرضی اور جذبے سے اپنی منزل معراج کی طرف گئے مگر حضور سید المرسلین علیہم السلام کو فرشتوں کی جماعت بھیج کر دعوت دی گئی اور وہ بھی ان الفاظ کے ساتھ،

یا محمد ان ربک مشتاق الی لقائک.

ترجمہ:۔ اے ذات ستودہ صفات ، بیشک تیرا رب تیری ملاقات کا مشتاق ہے۔

دیدار خداوندی:۔ یہاں سے دیدار خداوندی کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے، یعنی یہ ناممکن ہے کہ پہلے بلا لیا جائے اور جب مہمان آ جائے تو ملنے سے انکار کر دیا جائے یہ بلائے جانے کی کیفیت قرآن حکیم کے لفظ اسری سے بھی ظاہر ہے، جس کا معنی ہے۔ سیر کرائی۔ یعنی حضور اکرم ﷺ خود نہیں گئے، بلکہ خالق کائنات چاہتا تھا، اپنے محبوب کو بلا کر تمام حجابات اٹھا دیئے جائیں اور جنت دوزخ ہی نہیں، عرش و کرسی بلکہ بے شمار آیات ربہ الکبری (محبوب کے رب کی بڑی بڑی نشانیاں) بلکہ خود اپنی ذات دکھا دی جائے۔

آیت معراج کے آخر میں انہ ھو السمیع البصیر (بیشک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے) کے مفہوم میں بھی مفسرین نے حضور اکرم ﷺ کے دیدار خداوندی کو شامل سمجھا ہے۔ سورۃ النجم میں ہے۔ ولقد ر انزلتہ اخری، اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔

پھر قاب قوسین او ادنی سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

تفاسیر میں ہے کہ حضرت موی علیہ السلام وہ صفاتی تجلی جو سوئی کے ناکے کے کروڑویں حصے میں سے تھی برداشت نہ کر سکے اور یہاں خود ذات باری کا مشاہدہ ہو رہا ہے اور وہ بھی اس انداز سے کہ **مازاغ البصر وما طغی.**

ترجمہ:۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی۔

لطافت جسم پاک:۔ آپ جانتے ہیں سوتے وقت ہمارا جسم تو اپنی خواب گاہ میں ہی رہتا ہے مگر روح اپنی لطافت کی وجہ سے دنیا بھر کی سیر کر آتی ہے آسمانوں کی سیر بھی لطافت کے بغیر ناممکن ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کا مختلف آسمانوں پر ملنا بھی روحانی طور پر تھا۔ فرشتے آسمانوں پر رہتے ہیں تو اپنی روحانیت و نورانیت کی بناء پر ہی، ہمارے آقا و مولا ﷺ اگر عرش معلی بلکہ اس سے بھی آگے بلکہ خاص بارگاہ رب العزت جل جلالہ میں حاضر ہوئے تو اپنے جسم پاک کے ساتھ، نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح اور قدسیان عرش کے انوار میں بھی وہ لطافت نہیں جو سرکار دو عالم مجسم نور ﷺ کے جسم پاک میں ہے، اعلیحضرت کے جسم پاک خود تجلی کی جان ہے۔ عرض کرتے ہیں۔

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں　　　اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے

حضور اکرم ﷺ کے جسم پاک کا سایہ نہیں تھا، اس کی وجہ تھی، حضرت سیدنا مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے نزدیک یہی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

چونکہ سایہ اپنے اصل سے ہمیشہ لطیف ہوتا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے زیادہ لطیف چیز دنیا میں ناممکن ہے لہذا حضور ﷺ کا سایہ بھی ناممکن ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جسم کا تعلق بشریت کے ساتھ ہے، جب حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی بشریت یا جسم انبیائے کرام علیہ الصلوۃ والسلام کی ارواح اور فرشتگان عرش کے انوار سے زیادہ لطیف ہے۔ آپ ﷺ کی اصل حقیقت اور روح کس قدر لطیف ہوگی، حضرت مولائے روم رحمۃ اللہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ بیکس پناہ میں عرض کرتے ہیں۔

اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر　　　　بہر حق سوئے غریباں یک نظر!

یعنی اے وہ ذات پاک جس کی بشریت میں ہزار ہا جبریل (علیہ السلام) گم ہیں، خدا کے لیے ہم غریبوں کی طرف بھی ایک نظر ہو جائے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:۔ ماہ رجب کی ۱۵ یا ۲۲ تاریخ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یوم وصال ہے۔ آپ شہسوار کربلا، نور عین محبوب خدا، حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے، حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ کے لخت جگر ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ ام فردہ رضی اللہ عنہما کا شجرہ نسب دو طریق سے خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے ملتا ہے اس لیے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ولدنی الصدیق مرتین (مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنا)۔

اہل بیعت کا فرد عظیم ہونے کی وجہ سے آپ منبع صدق وصفا، مطلع رشد و ہدایت اور مخزن علم و فضل تھے، شریعت و طریقت میں یکتائے روزگار تھے، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ جیسے آفتاب فقاہت نے آپ سے روشنی لی اور صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ کا عظیم گروہ آپ سے فیض یاب ہوا۔ چنانچہ آج تک ہر شجرہ طریقت میں آپ کا نام نامی شامل ہے۔

بعض لوگوں نے غلط فہمی کی بناء پر انہیں روافض کا بزرگ سمجھا ہے، حالانکہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تمام صوفیاء واکابر اہل سنت ان کے خوان نعمت کے ریزہ خوار ہیں۔ ہم اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدت مند ہیں، تو ان ائمہ اہل بیت کے ارشادات وتعلیمات کا اثر بھی ہے، بالفاظ دیگر جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت سے سرشار ہے، یونہی اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم بھی ان کے گن گاتے رہے۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہوگی　　　　یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

ضروری تھا کی حضرت کی بارگاہ میں تفصیل سے ہدیہ عقیدت پیش کیا جاتا، وقت کی کمی کے سبب اس شمارے میں صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جسے پاکستان کے مشہور مصنف جناب عالم فقری صاحب ایم اے نے تحریر فرمایا ہے، اس مختصر سے واقعے میں ان کی عظمت وکرامت اور زہد وتقوی کی جھلکیاں موجود ہیں۔

ہمارے ہاں ان کا یوم وصال بھی عموماً ۲۲ رجب کو منایا جاتا ہے، حلوہ پوری کو ایصال ثواب کا خصوصی عنوان دیا گیا ہے، جہاں تک ایصال ثواب کا تعلق ہے، اس کے جواز میں کوئی شک نہیں، مگر بعض لوگوں میں جو اس قسم کی قیدیں لگائی ہیں کہ ایک مخصوص وقت میں پکایا جائے یا مخصوص جگہ ہی اسے کھایا جائے درست نہیں۔

زکوۃ کا مہینہ:۔ یوں تو اسلام نے زکوۃ کے لیے کوئی خاص مہینہ مقرر نہیں فرمایا، بلکہ اس سلسلے میں سیدھا سادہ حکم یہی ہے کہ جب مال نصاب پر سال گزر جائے تو زکوۃ فرض ہو جاتی ہے، پھر بھی نجانے کیوں، ہمارے ہاں رجب المرجب کو زکوۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔

زکوۃ اسلام کے معاشی نظام کی گویا جان ہے، امیروں کو یہ سمجھانا کہ تمہارے مال میں فقیروں اور محتاجوں کا حصہ بھی ہے (وفی اموالکم حق للسائل والمحروم۔ القرآن) ایک انقلابی اقدام تھا، اب اگر کوئی امیر کسی محتاج کو زکوۃ دے تو اس پر اپنا احسان نہ سمجھے بلکہ یہ تصور کرے کہ اس کا اپنا حق اسے دے رہا تھا یہ تھا ایک طریقہ جس سے اسلام نے معاشرے کی اونچ نیچ ختم کر کے اس اخوت ومساوات کے رنگ میں رنگ دیا۔ عوامی تصور کے مطابق ہم نے اس شمارے میں زکوۃ کے ضروری مسائل درج کر دیے ہیں۔

سیاحِ لامکاں

مخدوم العلماء ابو ابراہیم نصر اللہ مدنی آسوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

ہر عیب سے پاک ہے وہ جو اپنے (مکرم) بندہ کو رات کے ایک قلیل وقفہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد کو ہم نے برکتیں دی ہیں تا کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ (سورہ بنی اسرائیل)

سبحان اللہ کا معنی ہے ہر بُری چیز سے اللہ کی تنزیہ بیان کرنا یعنی اللہ تعالیٰ اس نقص سے پاک ہے کہ وہ رات کے ایک لحہ میں اتنی عظیم سیر نہ کرا سکے۔

احادیث میں سبحان اللہ کہنے کی فضیلت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ پڑھا سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں چاہے سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہوں۔ (بخاری حدیث ٦٤٠٥)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ کہا اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔ (مستدرک الحاکم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں اللہ کے نزدیک محبوب ہیں سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللہِ الْعَظِیْمِ۔ (بخاری ٧٥٦٣)

معراج شریف نبی کریم ﷺ کا ایک جلیل معجزہ اور اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اور اس سے حضور ﷺ کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الٰہی میں آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ یعنی یہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ اور حضور ﷺ کے بے مثل ہونے کی دلیل ہے۔ مکہ مکرمہ سے حضور ﷺ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حد تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ ہوئی یہی جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے (تفسیر خزائن العرفان)

معراج خواب میں ہوئی یا بیداری میں جسمانی ہوئی یا روحانی: اگر معراج خواب میں ہوتی تو واقعہ آپ کی نبوت پر دلیل نہ ہوتا، اور نہ اس کی حقیقت کا منکرین انکار کرتے، اور اگر یہ صرف خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین اس کا رد نہ کرتے، کیونکہ خواب میں کسی عجیب و غریب چیز کو دیکھنے پر کسی کو حیرت نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس کا انکار کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ یہ فرمایا ہے اسری بعبدہ یہ نہیں فرمایا اسری بروح عبدہ اور نبی ﷺ کا براق پر سوار ہونا بھی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ جسمانی معراج تھی کیونکہ کسی سواری پر سوار ہونا جسم کا تقاضا کرتا ہے نہ کہ روح کا۔ (تفسیر جامع البیان)

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ما زاغ البصر وما طغی﴾ نہ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی سورۃ النجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا، نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا اور آپ سے حضرت ام ہانی یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے، اور نہ حضرت ابو بکر کی تصدیق کی کوئی فضیلت ہوتی اور نہ قریش کے

طعن و تشنیع اور تکذیب کی کوئی وجہ ہوتی حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا۔ (الجامع لاحکام القرآن)

مسجد اقصی لے جانے میں کیا حکمت تھی؟

۱- اگر نبی ﷺ صرف آسمانوں پر جانے کا ذکر فرماتے تو مشرکین کے لئے اطمینان اور تصدیق کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا کیونکہ آسمانوں کے طبقات اور درجات، سدرہ اور سدرہ سے اوپر کے حقائق میں سے کوئی چیز ان کی دیکھی ہوئی نہیں تھی نہ انہیں اس کے متعلق کوئی علم تھا لیکن مسجد اقصی ان کی دیکھی ہوئی تھی تو جب آپ نے یہ فرمایا کہ میں رات کے ایک لمحے میں مسجد اقصی گیا اور واپس آ گیا، اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ آپ اس سے پہلے مسجد اقصی نہیں گئے تو انہوں نے آپ سے مسجد اقصی کی نشانیاں پوچھیں تو جب آپ ﷺ نے سب نشانیاں بتا دیں تو واضح ہو گیا کہ آپ کے دعویٰ کا اتنا حصہ تو بہر حال سچا ہے کہ آپ مسجد اقصی جا کر واپس آئے ہیں تو دعویٰ کے باقی حصہ کا صدق بھی ثابت ہو گیا کہ آپ آسمانوں تک جا کر بھی واپس آ سکتے ہیں

۲- دوسری وجہ یہ ہے کہ عالم میثاق میں تمام انبیاء و مرسلین نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ جب ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوں تو تمام انبیاء علیہم السلام ان پر ایمان لائیں اور ان کی نصرت کریں جیسا کہ سورہ آل عمران آیت ۸۱ میں ہے تو مسجد اقصی سے ہوتے ہوئے آسمانوں پر جانا اس لئے تھا کہ اپنے اپنے زمانوں میں انبیاء سابقین علیہم السلام نے آپ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی نصرت کرنے کا جو عہد کیا تھا وہ عہد پورا ہو جائے۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنیٰ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر سلطنت جو پہلے کر گئے تھے

۳- تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں مدفون ہیں وہ سب اس رات کو مسجد اقصی میں جمع ہوئے اور آپ ﷺ نے سب کو نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں اور ایک وقت متعدد جگہ بھی تشریف لاتے ہیں اس وقت تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں بھی تھے اور مسجد اقصی میں بھی۔

۴- بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ نے وہاں نماز پڑھی ہے ورنہ یہ مسجد یہیں پہلے بھی بنی ہوئی تھی لیکن اس میں نماز پڑھنے کا اتنا ثواب نہ تھا۔

س چار مقامات کونسے ہیں جہاں دجال کا داخلہ ممنوع ہے؟

ج مکہ المکرمہ مدینہ المنورہ، مسجد اقصی اور مسجد طور۔

س معراج کب ہوئی؟

ج بکثرت علماء اور محدثین نے کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے اور ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے۔ (شرح شفاء از ملا علی قاری)

س معراج کی احادیث میں تعارض کیوں ہے؟

ج معراج کا واقعہ تیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی پورا واقعہ تفصیل سے مذکور نہیں بخاری کی کسی

حدیث میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں اس کا ذکر امام مسلم اور نسائی نے کیا ہے۔ کسی روایت میں شق صدر کا ذکر نہیں کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر امام بخاری نے نہیں کیا اس کا ذکر مسلم میں ہے۔ بخاری اور مسلم نے مدینہ منورہ کوہ طور اور بیت لحم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ پر رکنے اور نماز پڑھنے کا ذکر نہیں کیا اس کو امام نسائی نے ذکر کیا ہے صحاح ستہ کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے اس کا ذکر امام بیہقی امام ابن جریر وغیرہ نے کیا ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے واقعہ معراج متعدد بار صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

کتب احادیث سے واقعہ معراج کا مربوط بیان: امام بخاری بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں: معراج کی رات میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کیا یعنی حلقوم سے ناف تک پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا پھر میرا دل دھویا گیا پھر اس کو ایمان و حکمت سے لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ (بخاری حدیث نمبر ۳۸۸۷) اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ بے مثل ہیں اور اپنی حیات میں دل کے محتاج نہیں ورنہ دل کے جدا ہوتے ہی موت واقع ہو جاتی بے مثل اس طرح ہیں کہ پیٹ چاک کیا گیا لیکن نہ خون نکلا نہ درد ہوئی بلکہ آنکھوں دیکھا حال بیان کر رہے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو حضور ﷺ کی مثل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ذرا اپنا پیٹ چاک کر کے دکھائیں کہ انہیں درد ہوتا ہے یا نہیں؟

امام ترمذی بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ کے پاس ایک براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی اس نے نبی پاک ﷺ کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کیا تم سیدنا محمد ﷺ کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی مکرم شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔ ترمذی حدیث: (۳۱۳۱)

امام بخاری بیان کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی اس کا رنگ سفید تھا وہ براق تھا جو منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبریل مجھے لے کر چلے (بخاری حدیث ۳۸۸۷)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام پر کثیب احمر کے پاس سے گذرا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم ۲۳۷۴)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کریں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر میں سو گیا پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا مجھے کچھ نظر نہ آیا پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے خچر سے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر کو اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے وہ منتہائے نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا پھر مجھے بائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد ﷺ میں تم سے

سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا یا محمد ﷺ میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا حتی کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے پھر جبریل علیہ السلام میرے پاس دو برتن لائے ایک میں شراب تھی دوسرے میں دودھ میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو چھوڑ دیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت کو پایا میں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جبریل علیہ السلام نے پوچھا آپ نے راستہ میں کیا دیکھا میں نے جو دیکھا تھا بتایا تو جبریل علیہ السلام نے کہا پہلا بلانے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی۔ دوسرا پکارنے والا عیسائی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی۔ وہ عورت دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں اور جبریل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر بنو آدم کی روحیں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں، وہ بہت حسین معراج تھی کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی اور میں جبریل اس معراج پر چڑھے حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئی جس کا نام اسماعیل تھا اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (رب) جانتا ہے (سورہ المدثر ۳۱) پھر جبریل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبریل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہاں ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انہیں بنایا گیا تھا ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علیین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتی تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ۔

حرام کاری کرنے والے: ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ دستر خوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت رکھا ہے، اور دوسری جانب اور دستر خوان رکھے ہیں جن پر نہایت بدبودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت چھوڑ کر بدبودار اور سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں۔

سود کھانے والے: پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کوٹھیوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھتا تو گر جاتا اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعونی جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ سے فریاد کر رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے۔

ظلماً یتیموں کا مال کھانے والے: پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے۔ میں نے ان لوگوں کو اللہ سے فریاد کرتے ہوئے سنا۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے۔ دراصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

زنا کرنے والی عورتیں: پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو اللہ سے فریاد کرتے

ہوئے سنا۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون عورتیں ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے زنا کرنے والیاں ہیں۔

غیبت اور چغلی کرنے والے: پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں کا گوشت کاٹ کاٹ کران کے منہ میں ڈالا جارہا ہے اوران سے کہا جارہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں۔ (دلائل النبوۃ ج۲ص۳۹۰)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سُبْحٰنَ الَّذِیٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کی تفسیر میں فرمایا: میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کیا گیا اس کا قدم منتہائے بصر پر تھا۔ آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے۔

جہاد کرنے والوں کا اجر: آپ ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن وہ فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل اور بڑھ جاتی آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ان کی نیکیوں کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اور چیز لے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

تارک نماز کی سزا: پھر آپ ﷺ ایسی قوم کے پاس سے گذرے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جارہا تھا اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ سر پھر کچل دیا جاتا) میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے۔ یعنی نماز کے وقت سوئے رہتے تھے۔

زکوۃ نہ ادا کرنے والے کی سزا: پھر آپ ﷺ ایسی قوم کے پاس سے گذرے جن کے آگے اور پیچھے کپڑے کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم جانوروں کی طرح چر چگ رہے تھے اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے۔

زانی مرد: پھر آپ ﷺ ایسی قوم کے پاس سے گذرے جن کے سامنے دیگچیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے۔

امانت میں خیانت کرنے والے: پھر ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر رکھا تھا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا۔ اس سے مراد آج کل کے حکمران اور ناظم وغیرہ ہیں جو بیت لمال کا پیسہ اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں یا اپنی جماعت کے لوگوں کو نوازتے ہیں۔ یا ایسے کاموں پر خرچ کرتے ہیں جو حرام ہیں یا جن سے قوم کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مثلاً کھیلوں پر پیسہ برباد کرنا۔ ایسی مہنگائی کے دور میں جب کہ غریبوں کو دو وقت کی روٹی بھی بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے ۔ جب کہ کھلاڑی گھر میں بیٹھے ہوئے ہر ماہ چالیس پچاس ہزار وصول کر رہے ہیں یہ پیسہ کہاں سے آرہا ہے یہ عوام کا پیسہ ہے، جس کا روز قیامت حساب دینا ہوگا۔ جس نبی نے معراج کی رات تسخیر کائنات کا درس دیا تھا اسے کرکٹ اور وی سی آر اور ڈش سے فرصت نہیں۔

جیتے ہیں تم نے میچ تو ملت کو کیا ملا
ہمت ہے تو کشمیر جیت کے دکھایئے

فتنہ پرور خطیب: پھر آپ ﷺ ایسی قوم کے پاس سے گذرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جاتے تھے اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اوران کو ذرا مہلت نہ ملتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں۔

زباں پر کنٹرول نہ کرنے والے: پھر آپ ﷺ کا گذر ایک چھوٹے سے پتھر پر ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بری) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے، اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱)

مسجد حرام سے نکلنے کے بعد پہلا سٹاپ مدینہ منورہ میں ہوا: ایک مقام پر جناب جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہاں اتر کر نماز ادا فرمائیں میں اترا نماز پڑھی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آقا کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز ادا کی آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی اور یہ آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ پھر ایک مقام پر جناب جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہاں اتر کر نماز ادا فرمائیں میں اترا نماز پڑھی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آقا کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز ادا کی آپ نے طور سینا میں نماز پڑھی جہاں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا۔

پھر ایک مقام پر جناب جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہاں اتر کر نماز ادا فرمائیں میں اترا نماز پڑھی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا آقا کیا آپ جانتے ہیں آپ نے کہاں نماز ادا کی آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا۔ (نسائی شریف)

ایک روایت میں مدینہ جانے کا ذکر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر کیوں نماز پڑھوائی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جب لوگ تبرکات کا انکار کرینگے اوراس کو شرک وبدعت قرار دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات بتا دیا کہ جہاں نبی کا قدم لگ جائے یا جہاں نبی کا میلاد ہو اس جگہ کی زیارت کرنا شرک وبدعت نہیں انبیاء کرام علیہ السلام کی اور جبریل علیہ السلام کی سنت ہے اوران متبرک مقامات کی تعظیم کرنا شعائر اللہ کی تعظیم اور دل کا تقویٰ ہے جیسا کہ مقام ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم۔ اوراس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں نبی کا میلاد ہو وہ جگہ بھی قیامت تک کے لئے تبرک اور زیارت گاہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا وہ جگہ شان والی ہے تو جہاں میرے آقا اور امام الانبیاء ﷺ کا میلاد ہو وہ مکہ کتنی شان والا ہے۔

حشر تک اوہ پاک راہواں سجدہ گاواں بن گیاں
جنہاں تھاواں تے احمد مرسل دا پھیرا ہو گیا

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتی کہ بیت المقدس پر آئے اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی پھر اندر داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب نماز پڑھ لی تو انہوں نے کہا اے جبریل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور خاتم النبیین ہیں، انہوں نے پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں! انہوں نے کہا اللہ ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انہیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں (روحوں والی روایت منکر

ہے کیونکہ صحیح مسلم اور نسائی میں انبیاء کرام کے جمع کرنے کا ذکر ہے) انہوں نے اپنے رب کی ثناء کی پھر ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے ملک عظیم دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کر دیا۔ پھر حضرت داود علیہ السلام نے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تقریریں کیں

رسول اللہ ﷺ کا انبیاء کرام کو خطاب فرمانا: پھر حضرت سیدنا محمد ﷺ نے اپنے رب کی ثناء کی اور فرمایا. تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امتوں کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو اوّل آخر بنایا (یعنی آخر میں آئی اور جنت میں پہلے داخل ہوگی) اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے بوجھ اتار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتداء کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا انہی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد ﷺ کو فضیلت دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ سب سے افضل اور بے مثل ہیں۔ فتح باب نبوت پہ بے حد درود ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

خلق سے اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے تمام انبیاء کو نماز پڑھائی امام بیہقی نے روایت کا ذکر نہیں کیا، اس کو امام مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔
امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا اس میں میرے لئے تمام انبیاء کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔ (نسائی شریف)

عظمتوں کے نگینے جڑے ہیں نام نبیوں کے بیشک بڑے ہیں
مقتدی بن کے پیچھے کھڑے ہیں وہ جو پہلے سے آئے ہوئے ہیں
نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر کہ عیاں ہوں معنیٰ اول وآخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر سلطنت جو پہلے کرگئے تھے

امامت کے لائق وہ جو سب سے افضل ہو: تمام انبیاء کرام سے افضل نبی پاک ﷺ تھے اسی لئے امام بنے جب جبریل نے حضور ﷺ کو مصلی امامت پر کھڑا کیا کسی نبی نے اعتراض نہیں کیا اسی طرح تمام صحابہ میں افضل حضرت ابوبکر صدیق تھے اسی لئے ان کو حضور ﷺ نے مصلی امامت پر کھڑا کیا کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہے جو نبی کے فیصلہ پر اعتراض کرے وہ مومن ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرما دیا ہے ﴿اے محبوب تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر تم جو حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔ (سورۃ النساء آیت ۱۷۸) ہم مومن ہیں نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اگر کوئی حضور ﷺ کے مقرر کئے ہوئے امام کو نہ مانے تو وہ اپنے ایمان کی خبر لے۔

آپ کا عشق ہے عشق رب العلیٰ آپ کا ذکر ہے خاص ذکر خدا

خود خدا کا یہ قرین میں اعلان ہے جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق ملعون ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يَقُلْ إِنِّي رَابِعُ الْخَلِيْفَةِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ

جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (مناقب آل ابی طالب)

جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق وہ کوڑوں کا مستحق ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جسے پاؤں گا کہ وہ مجھے ابوبکر اور عمر سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی (۸۰) کوڑے ماروں گا۔ (الصواعق المحرقہ) جو نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے اس کا فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کرتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۲ کی شان نزول میں درج ہے کہ بشر نامی منافق نے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ تسلیم نہ کیا تو آپ نے منافق کا سر قلم کر کے ارشاد فرمایا. جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ معلوم ہوا کہ شیعہ اور شیعوں کے ایجنٹ منافق ہیں اور واجب القتل ہیں۔

بدقسمتی سے لاہور کے ایک پروفیسر کا دماغ خراب ہوا جس کا دعویٰ اتحاد امت کی دعوت ہے لیکن عملی طور پر وہ افتراق امت کے لئے کام کر رہا ہے وہ صرف سستی شہرت اور جاہ طلبی کے حصول اور ہر دلعزیز بننے کے لئے ان مسائل کو ہوا دے رہا ہے۔ جس پر امت آج تک متفق چلی آ رہی تھی ان مسائل میں سے ایک مسئلہ فضیلت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اس کا کہنا ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت، فرائض خلافت اقامت دین اور امت کی ذمہ داریوں سے متعلق ہے ائمہ نے جو ترتیب بیان کی ہے وہ خلافت ظاہری کی ترتیب پر قائم ہے۔ اور ولایت باطنی حضرت علی کو عطا ہوئی اس میں وہی یکتا ہیں۔ اسے اتنی بھی سمجھ نہیں کہ علماء اور صوفیہ نے مولیٰ علی کو ولایت میں افضل کہنے والوں کو شیعہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خلفاء راشدین کی خلافت ظاہری سے پہلے مصلائے امامت پر کھڑا کر دیا تھا۔ (بخاری شریف) تو یہ کوئی سیاسی اور ظاہری خلافت نہ تھی بلکہ خلافت سے پہلے باطنی ولایت عطاء کی تھی۔ جس کو حضور ﷺ افضل قرار دیں حضرت علی افضل قرار دیں ان کو افضل نہ ماننا نہ نبی ﷺ سے محبت ہے اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلکہ شیعوں کو خوش کرنا ہے اور آدمی کو جس سے پیار ہوتا ہے وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ما وُلِدَ فی الاسلام مولودٌ اَزْکٰی ولا اَطْهَرُ ولا اَفْضَلُ مِنْ ابی بکر و عمر اسلام میں کوئی شخص ابوبکر اور عمر سے پاکیزہ، طاہر اور افضل پیدا نہیں ہوا۔ (دیلمی، ابن عساکر کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۵۹) اب بتایئے خلافت تو بہت بعد کی چیز ہے یہ تو ہر دو زاد افضل ہیں۔ بہر حال میں نے معراج کے حوالہ سے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے کہ لوگ سنی بن کر اپنے آپ کو عاشق رسول اور محبت اہل بیت کے پردے میں مسلمانوں کو رافضیت کا درس دے رہے ہیں۔ اس کی تفصیل ''ضرب حیدری،، مصنف علامہ غلام رسول قاسمی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ کتاب مکتبہ ضیاء القرآن لاہور اور غوثیہ کتب خانہ گوجرانوالہ سے مل سکتی ہے۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا آپ سے کہا گیا کہ اس کو پئیں، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اسے سیر ہو کر پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے، اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ دلائل النبوۃ ابن کثیر نے بھی اس کو امام ابن جریر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ

السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کو خوش آمدید کہا دوسرے پر حضرت یحیٰی اور عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی پھر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے ارشاد فرمایا: اس درخت سدرہ کے پھل ہجر کے مٹکوں کی طرح اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر، میں نے پوچھا اے جبریل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انہوں نے کہا جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل اور فرات ہیں، پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا ایک برتن شہد کا دیا گیا میں نے دودھ کو لے لیا جبریل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔ (بخاری حدیث نمبر ۳۸۸۷)

سدرۃ المنتہیٰ: علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں. سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جاسکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ماوراء کیا ہے شہداء کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔ علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں ایک مقام پر جبریل آپ سے پیچھے رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔ (غرائب القرآن ج ۶ ص ۲۰۲)

علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں: یہ مقام جبریل ہے جب نبی کریم ﷺ نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔ تفسیر روح البیان و شفاء شریف

جبریل امیں رہ گئے راہ میں
عرش اعظم پہ پہنچا ہمارا نبی
جبریل رکے براق تھکے رفرف بھی آگے نہ جاسکے
رب اُدْنُ مِـــــنِّـــــی حبیبی کہے تیرے قرب خدا کا کیا کہنا

جبریل کی آرزو: مواہب لدنیہ مع زرقانی میں ہے: کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جبریل کوئی حاجت ہو تو بتاؤ؟ جبریل نے عرض کی روز قیامت جب پل صراط پر آپ کی امت کا گذر ہوگا تو مجھے پر بچھانے کی اجازت ہو کہ ان پروں کے اوپر سے آپ کی امت گذرے (مواہب ج ۶ ص ۹۳)

پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

سرکار دو عالم ﷺ نے جبریل کی حاجت پوچھ کر یہ بتادیا کہ میں صرف انسانوں ہی کی نہیں فرشتوں کی بھی حاجتیں پوری کرواسکتا ہوں کیوں نہ ہو کہ حاجت روا جو ہوئے۔ جبریل کی حاجت کے بارے میں ارشاد ہوا وہ بھی قبول ہے لیکن ان اشخاص کے بارے میں جو آپ اور آپ کے صحابہ سے محبت کریں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں۔

اس جگہ نبی کریم ﷺ براق سے اترے اور آپ کے لئے رفرف (سبز رنگ) کا تخت لایا گیا نبی ﷺ رفرف پر بیٹھے اور جبریل علیہ السلام نے رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کردیا نبی کریم ﷺ نے جبریل سے آگے چلنے کا سوال کیا تا کہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لئے ایک

معلوم جائے قیام ہے، اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لئے کرائی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر جبریل علیہ السلام نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صریف اقلام (قلم چلنے) کی آوازسنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ پیچھے رہ گیا جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہ دیکھا تو آپ گھبرائے اور عالم نور میں آپ حیران و پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں دائیں بائیں جھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تا کہ اپنے رب کے حضورِ خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز سے مشابہ ایک آواز آئی قف یا محمد فانّ ربّکَ یُصَلّی اے محمد ﷺ ٹھہریئے آپ کا رب صلوۃ پڑھتا ہے۔ آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی ﴿ھو الذی یصلی علیکم و ملائکته﴾ وہ جو تم پر صلوۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوۃ پڑھتے ہیں۔ تب نبی ﷺ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے مراد نماز نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔ پھر نبی ﷺ کو اس حضرت شریفہ میں داخل ہونے کا اذن ملا اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی اور آپ کی آنکھ نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۶۶)

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور از روئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیں نبی ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمۃ للعالمین بنایا تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لئے غنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فواتح، خواتم اور جوامع عطا کئے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر مخفی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳ از امام بیہقی)

دیدارِ الٰہی اور فرضیتِ نماز: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

کہ نبی کریم ﷺ ساتویں آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جب رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دیں پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد ﷺ! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن رات میں) پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم دیا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تا کہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے۔ آپ واپس پہنچے اور عرض کیا اے ہمارے رب ہمارے لئے تخفیف کر دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں موسیٰ علیہ السلام نے پھر واپس ہونے کا مشورہ دیا آپ ﷺ آتے جاتے رہے یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب یہ پڑھنے میں پانچ

ثواب میں پچاس ہر نیکی کا بدلہ دس ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر جایئے آپ ﷺ نے فرمایا: یہ خدا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات واپس آ کر مسجد حرام میں سو گئے اور صبح بیدار ہوئے۔ (بخاری ۷۵۱۷)

بعض لوگوں نے کہا اگر نبی ﷺ کو علم ہوتا کہ پانچ نمازیں باقی رہنا ہیں تو پہلے ہی عرض کر دیتے میں ان سے پوچھتا ہوں کہ خدا کو تو علم تھا کہ پانچ رہ جائیں گی تو اس نے کیوں پچاس فرض کیں۔ اس میں اللہ کی حکمت تھی کہ اپنے نبی کی شان محبوبی دکھائی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی عرض کو شرف قبولیت بخشتا ہے کہ اگر ساری امت بھی اکٹھی ہو جائے تو ایک سجدہ معاف نہیں کرا سکتی لیکن اس محبوب ﷺ کے چاہنے پر پنتالیس نمازیں معاف کر کے اللہ نے بتا دیا کہ ان کو اپنی مثل نہ سمجھنا یہ ساری کائنات سے افضل ہیں اور خدا بھی ان کی رضا چاہتا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ بتانا تھا کہ اللہ کے بندے بعد از وصال بھی مدد کر سکتے ہیں اور مخلوق کو نفع پہنچانے کے لئے وسیلہ بن سکتے ہیں۔ نمازیں معاف کرنے والا خدا ہے معاف کروانے والے محبوب ہیں اور وسیلہ موسیٰ علیہ السلام بن رہے ہیں۔ تو پتہ چلا کہ انبیاء کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ محبوب کے چاہنے سے نمازیں معاف ہو سکتی ہیں۔ اہل سنت کو مبارک ہو کہ ان کا عقیدہ بناوٹی نہیں نبیوں والا عقیدہ ہے۔ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی ولی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو انہیں چاہیے کہ نمازیں پچاس پڑھا کریں کیونکہ یہ نمازیں نبی کے چاہنے سے معاف ہوئی ہیں اگر پانچ پڑھتی ہیں تو پھر یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
اور خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

معلوم ہوا کہ ان کا عقیدہ انبیاء کے خلاف ہے اور صرف کتابوں کی حد تک ہے اس پر عمل ناممکن ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے چاہنے سے قبلہ بدل جاتا ہے سورج پلٹ آتا ہے چاند کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں درخت سلامی کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔

وہ جدھر رخ کو گھما دے وہی کعبہ بن جائے
کتنا محبوب ہے اللہ کو منشا تیرا
سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے منکر دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں میزاب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے بیت المقدس کو منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر انہیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ (بخاری ۵۸۸۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج بیان فرمایا، وہ لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا اے ابو بکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے بھی زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں، مشرکین نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ کے دعویٰ پر دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں فلاں فلاں جگہ قریش کے قافلہ کے پاس سے گذرا مجھے

دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور چکر لگانے لگا اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انہوں نے قافلہ والوں سے پوچھا تو انہوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا اور اسی دن سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق پڑ گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ بھی حل فرمادیا کہ بعض لوگ نبی کریم ﷺ کے فضائل والی حدیثوں کا یہ کہہ کر انکار کر دیتے ہیں کہ اس کا راوی ضعیف ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ اگر آقا کی شان کا مسئلہ ہو تو پھر راوی کو مت دیکھنا یہ دیکھنا کہ شان کس کی بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ ابوجہل سے زیادہ جھوٹا اور کمزور راوی کوئی نہیں ہوسکتا۔ ہاں احکام اور حلال وحرام میں صحیح یا حسن حدیث لی جاتی ہے لیکن فضائل میں امام نووی فرماتے ہیں: کہ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے جب تک موضوع من گھڑت نہ ہو۔

اسماعیل بن عبدالرحمن قرشی بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انہوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے، حتیٰ کہ دن غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی ﷺ نے دعا کی تو دن کو بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ ﷺ کے لئے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لئے جب جمعہ کے دن انہوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ سورج کو مؤخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لئے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۴)

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

کشف تام: شفا شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تجلی فرمائی تو آپ اندھیری رات میں دس فرلانگ تک یعنی تیس میل کی مسافت میں پتھر پر چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالی کی ذات کا دیدار نہیں ہوا صرف تجلی دیکھی اس کے باوجود جب ان کے علم وکشف میں اتنی فراخی ہوئی تو حضور ﷺ جنہوں نے رب تعالی کی زیارت فرمائی کے علم اور کشف تام کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ فرشتے ہماری نسبت غیب ہیں اور ان فرشتوں سے رب تعالی غیب ہے یعنی فرشتے غیب ہیں اور اللہ تعالی غیب الغیب ہے تو جب سرکار دو عالم ﷺ نے غیب الغیب کو دیکھ لیا تو اور کون سا غیب ہے جو پوشیدہ رہے۔ اسی لئے امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے
خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ بھی
نہ تاروں کی چھاؤں بدلی، کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

سوال: رجب کے کونڈوں کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ ان کا اہتمام کرتے ہیں

جواب. فی نفسہ فاتحہ ایصال ثواب کسی بھی بزرگ شخصیت کے لئے یا عام مسلمانوں کے لئے (خواہ مرد ہو یا عورت زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں)ہر وقت اور ہر جگہ جائز ہے عام طور پر کونڈوں کی فاتحہ امام جعفر صادق کے نام پر دی جاتی ہے اور یہ ۲۲ رجب کو دی جاتی ہے اگر چہ ۲۲ رجب نہ تو امام جعفر صادق کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات، لیکن تاریخ وفات کے علاوہ بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے امام جعفر صادق کی تاریخ وصال کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ ماہ شوال میں ہے اور ایک قول کی رو سے ۱۵ رجب ہے۔ (جلاء العیون از ملا باقر مجلسی) شیعہ اگر ائمہ کرام کے ختم دلانے میں مخلص ہوتے تو امام موسیٰ کاظم کا ختم دلاتے جن کا وصال ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں ہوا لیکن کبھی آپ نے سنا ہے کہ انہوں نے کبھی ان کا نام لیا ہو۔؟ سب فراڈ اور جھوٹ ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب ۲۲ رجب نہ تو امام جعفر صادق کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات تو پھر شیعہ حضرات ۲۲ رجب کو امام جعفر صادق کے کونڈے کس کے لئے کرتے ہیں؟ دراصل یہ دھوکہ ہے ۲۲ رجب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے شیعہ ان کی وفات کی خوشی مناتے ہیں اور ان پر تبرا کرتے ہیں لہذا کسی غیرت مند سنی کو نہ تو ان کی مجلس میں جانا چاہئے اور نہ ہی ان کے کونڈے کھانا چاہئے ہاں ۲۲ رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یاد میں جلسہ منعقد کر کے ان کے فضائل ومناقب بیان کرنے چاہئیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بلکہ دیگر بزرگانِ دین کے ایصال ثواب کی نیت بھی کر لی جائے تو بہت بہتر ہے۔ کہیں، کہیں کونڈوں کی نیاز کے موقع پر (لکڑ ہارے کی کہانی داستانِ عجیب) پڑھی سنی جاتی ہے اس کہانی کو کسی بھی سنی عالم نے مستند نہیں کہا یہ بالکل من گھڑت ہے۔ اسی طرح ,,شہزادے کا سر،، دس بیبیوں کی کہانی اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ یہ سب من گھڑت قصے ہیں ان کو سننے سے پرہیز کریں اس کی بجائے قرآن کی تلاوت درود شریف فضائل امیر معاویہ اور امام جعفر صادق بیان کئے جائیں۔

۲۷ رجب کی نماز وروزہ کی فضیلت:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث مروی ہے کہ ۲۷ رجب المرجب کو اعمال وعبادت کرنے والوں کے نام سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور جس نے اس شب میں بارہ رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھی اور دو رکعات پر سلام کے بعد سُبحَانَ اللّٰہِ وَ الحَمدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ سو مرتبہ اَستَغفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِن کُلِّ ذَنبٍ وَّ اَتُوبُ اِلَیہِ سو مرتبہ اور درود شریف سو مرتبہ پڑھ کر اپنے دنیاوی امور کی تکمیل کیلئے دعا مانگی اور پھر صبح کو روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام دعائیں قبول کرے گا۔ سوائے کسی خلاف شرع (کام کیلئے) دعا کے۔ (ماثبت بالسنۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! جس نے ستائیس رجب کو روزہ رکھا، اس کیلئے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب ۲۷ رجب ہوتی تو وہ اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تھے اور بعد نماز ظہر نفل پڑھنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ چار رکعتیں پڑھتے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ، سورۃ القدر تین مرتبہ اور سورۃ الاخلاص پچاس مرتبہ پڑھتے تھے۔ پھر عصر تک دعاؤں میں مشغول رہتے۔ انہوں نے فرمایا سرور کونین ﷺ کا یہی معمول تھا (غنیۃ الطالبین)

برائے رابطہ ابو ابراہیم 03328028182 اگر کوئی بے دین تنگ کرے تو فقیر سے فوراً رابطہ کیا جائے

بیٹھنے اور سونے اور چلنے کے آداب

صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور. واقصد فی مشیک وا غضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر.

ترجمہ:۔(لقمان نے بیٹے سے کہا) کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر اور زمین میں اتراتا نہ چل بیشک اللہ کو پسند نہیں ہے کوئی اترانے والا فخر کرنے والا اور میانہ چال چل اور اپنی آواز پست کر، بیشک سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی آواز ہے۔

اور فرماتا ہے:۔

ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا.

ترجمہ:۔اور زمین میں اتراتا نہ چل بے شک تو ہرگز نہ تو زمین چیر ڈالے گا اور نہ تو بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا۔

اور فرماتا ہے:۔

و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا و اذا خاطبهم الجهلون قالو ا سلما O و الذین یبیتون لربهم سجدا و قیاما (پارہ۱۹ رکوع ۴)

ترجمہ:۔اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جاہل جب ان سے مخاطبہ کرتے ہیں تو کہتے سلام اور وہ اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

یا یها الذین امنو ا اذا قیل لکم تفسحو ا فی المجلس فا فسحو ا یفسح اللہ لکم ج و اذا قیل انشزوا فانشزوا یر فع اللہ الذین امنوا منکم و الذین اوتو العلم درجت۔(پ:۲۸،ع۲)

ترجمہ:۔اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دے دو اللہ تم کو جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو۔اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں اور علم والوں کو درجوں بلند کرے گا۔

حدیث ۱:۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کرے کہ ایک شخص دوسرے کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جائے ،لیکن ہٹ جایا کرو اور جگہ کشادہ کر دیا کرو۔یعنی بیٹھنے والوں کو چاہیے کہ آنے والے کے لیے سرک جائیں اور جگہ

دے دیں کہ وہ بیٹھ جائے یا یہ کہ آنے والا کسی کو نہ اٹھائے بلکہ ان سے کہے کہ سرک جاؤ مجھے بھی جگہ دے دو۔ صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اسے مکروہ جانتے تھے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھ جائے اور یہ اس کی جگہ پر بیٹھیں۔ حضرت ابن عمر کا یہ فعل کمال ورع سے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا جی نہ چاہتا ہو اور محض ان کی خاطر سے جگہ چھوڑ دی ہو۔

حدیث ۲:۔ ابوداؤد نے سعید بن ابی الحسن سے روایت کی کہتے ہیں کہ ابوبکرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہمارے پاس ایک شہادت میں آئے ایک شخص ان کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ گیا انہوں نے اس جگہ پر بیٹھنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور حضور نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایسے شخص کے کپڑے سے ہاتھ پونچھے جس کو یہ کپڑا پہنایا نہیں ہے اس حدیث میں اگرچہ یہ نہیں ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا ہو بلکہ وہ شخص خود اٹھ گیا تھا اور بظاہر یہ صورت ممانعت کی نہیں ہے مگر یہ کمال احتیاط ہے کہ انہوں نے اس صورت میں بھی بیٹھنا گوارا نہ کیا کہ اگرچہ اٹھنے کو کہا نہیں مگر اٹھنا چوں کہ انھیں کے لیے ہوا لہذا یہ خیال کیا کہیں یہ بھی اٹھانے ہی کے حکم میں نہ ہو۔

حدیث ۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر گیا پھر آ گیا تو اس جگہ کا وہی حقدار ہے یعنی جب کہ جلد آ جائے۔

حدیث ۴: ابوداؤد نے ابودردا رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیٹھتے اور ہم لوگ حضور کے پاس بیٹھتے اور اٹھ کر تشریف لے جاتے مگر واپسی کا ارادہ ہوتا تو نعلین مبارک یا کوئی چیز وہاں چھوڑ جاتے اس سے صحابہ کو یہ پتہ چلتا کہ حضور تشریف لائیں گے اور سب لوگ ٹھہرے رہتے۔

حدیث ۵: ترمذی و ابوداؤد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو یہ حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان جدائی کردے (یعنی دونوں کے درمیان میں بیٹھ جائے) مگر ان کی اجازت سے۔

حدیث ۶: بیہقی نے شعب الایمان میں واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور مسجد میں تشریف فرما تھے اس کے لیے حضور ﷺ اپنی جگہ سے سرک گئے اس نے عرض کی یا رسول اللہ جگہ کشادہ موجود ہے۔ (حضور ﷺ کو سرکنے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں) ارشاد فرمایا مسلم کا یہ حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے اس کے لیے سرک جائے۔

حدیث ۷: رزین نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں بیٹھتے دونوں ہاتھوں سے احتبا کرتے۔ احتبا کی صورت یہ ہے کہ آدمی سرین کو زمین پر رکھ دے اور گھٹنے کو کھڑے کر کے دونوں ہاتھوں سے گھیر لے اور ایک ہاتھ کو دوسرے سے پکڑ لے اس قسم کا بیٹھنا تواضع اور انکسار میں شمار ہوتا ہے۔

حدیث ۸: ابوداؤد نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نماز فجر پڑھ لیتے، چارزانو بیٹھے

رہتے یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔

حدیث ۹: ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص سایہ میں ہو اور سایہ سمٹ گیا کچھ سایہ میں ہو گیا کچھ دھوپ میں تو وہاں سے اٹھ جائے۔

حدیث ۱۰: ابوداؤد نے عمرو بن شرید سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ بائیں ہاتھ کو پیٹھ کر لیا اور داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کی گدی پر ٹیک لگالی رسول ﷺ میرے پاس سے گزرے اور یہ فرمایا کہ کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو جن پر خدا کا غضب ہے۔

حدیث ۱۱: ابوداؤد نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہاں بیٹھ جاتے جہاں مجلس ختم ہوتی یعنی مجلس کے کنارے پر بیٹھتے اسے چیر کر اندر نہیں گھستے۔

حدیث ۱۲: طبرانی نے ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی قوم کے پاس آئے اور اس کی خوشنودی کے لئے وہ لوگ جگہ میں وسعت کر دیں تو اللہ پر حق ہے کہ ان کو راضی کرے۔

حدیث ۱۳: ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول ﷺ نے فرمایا چند کلمات ہیں کہ جو مجلس سے فارغ ہو کر ان کو تین مرتبہ کہہ لے گا اللہ تعالی اس کے گناہ مٹادے گا اور جو شخص مجلس خیر و مجلس ذکر میں ان کو کہے گا تو اللہ تعالی ان کے لیے اس خیر پر مہر کر دے گا جس طرح کوئی شخص انگوٹھی سے مہر کرتا ہے۔ وہ یہ ہیں: سبحانک الھم وبحمدک لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک.

حدیث ۱۴: حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ دیر تک کسی جگہ بیٹھے اور بغیر ذکر اللہ اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے وہاں سے متفرق ہو گئے انہوں نے نقصان کیا اگر اللہ چاہے عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔

حدیث ۱۵: بزار نے انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب بیٹھو جوتے اتار لو تمہارے قدم آرام پائیں گے۔

حدیث ۱۶: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے پاؤں پر پاؤں رکھنے سے منع فرمایا ہے جب کہ چت لیٹا ہو۔

حدیث ۱۷: صحیح بخاری و مسلم میں عباد بن تمیم سے روایت ہے وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں لیٹے ہوئے میں نے دیکھا۔ حضور نے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھا تھا۔ یہ بیان جواز کے لیے ہے اور اس صورت میں کہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو اور پہلی حدیث اس صورت میں ہے کہ ستر کھلنے کا اندیشہ ہو مثلاً آدمی تہبند پہنے ہو اور چت لیٹ کر ایک پاؤں کھڑا کر کے اس پر دوسرے کو رکھے تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اگر پاؤں پھیلا کر ایک دوسرے پر رکھے تو اس صورت میں کھلنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

حدیث ۱۸: شرح سُنہ میں ہے کہ ابوقتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات میں منزل میں اترتے تو داہنی

کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے کچھ ہی پہلے اترتے تو داہنے ہاتھ کو کھڑا کرتے اور اس کی ہتھیلی پر سر رکھ کر لیٹتے۔

حدیث ۱۹: ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بائیں کروٹ پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا۔

حدیث ۲۰: ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا فرمایا اس طرح لیٹنے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

حدیث ۲۱: ابوداؤد وابن ماجہ نے طخفہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی (یہ اصحاب صفہ میں سے تھے) کہتے ہیں سینے کی بیماری کی وجہ سے میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک کوئی شخص اپنے پاؤں سے مجھے حرکت دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔

حدیث ۲۲: ابن ماجہ نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا اے جندب (یہ حضرت ابوذر کا نام ہے) یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے یعنی اس طرح کافر لیٹتے ہیں یا یہ کہ جہنمی جہنم میں اس طرح لیٹیں گے۔

حدیث ۲۳: ابوداؤد نے علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ایسی چھت پر رات میں رہے جس پر روک نہیں ہے یعنی دیوار یا منڈیر نہیں ہے اس سے ذمہ بری ہے یعنی اگر رات میں چھت سے گر جائے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

حدیث ۲۴: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر روک نہ ہو۔

حدیث ۲۵: ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔

حدیث ۲۶: امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تنہائی سے منع فرمایا یعنی اس سے کہ آدمی تنہا سوئے۔

حدیث ۲۷: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص دو چادریں اوڑھے ہوئے اترا کر چل رہا تھا اور گھمنڈ میں تھا وہ زمین میں دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک دھنستا ہی جائے گا۔

حدیث ۲۸: ابوداؤد نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان سے چلنے سے منع فرمایا۔

حدیث ۲۹: بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے سامنے عورتیں آ

جائیں توان کے درمیان میں نہ گزرو دائیں یا بائیں کا راستہ لے لو۔

مسئلہ: قیلولہ کرنا جائز بلکہ مستحب ہے (علمگیری) غالباً یہ ان لوگوں کے لئے ہوگا جو شب بیداری کرتے ہیں رات میں نمازیں پڑھتے، ذکر الہی کرتے ہیں، یا کتب بینی یا مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں کہ شب بیداری میں جو تکان ہو قیلولہ سے دفع ہو جائے۔

مسئلہ: دن کے ابتدائی حصہ میں سونا یا مغرب وعشاء کے درمیان میں سونا مکروہ ہے سونے میں مستحب یہ ہے کہ باطہارت سوئے اور کچھ دیر دا ہنی کروٹ پر داہنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رخ سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر اور سوتے وقت قبر میں سونے کو یاد کرے کہ وہاں تنہا سونا ہوگا سوا اپنے اعمال کے کوئی ساتھ نہ ہوگا۔

سوتے وقت یادخدا میں مشغول ہو تہلیل وتسبیح وتحمید پڑھے یہاں تک کہ سو جائے کہ جس حالت پر انسان ہوتا ہے اسی پر اٹھتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اسی پر اٹھے گا۔ سو کر صبح سے پہلے ہی اٹھ جائے اور اٹھتے ہی یاد خدا کرے یہ پڑھے: الحمد لله الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیه النشور۔ اسی وقت اس کا پکا ارادہ کرے کہ پرہیز گاری وتقوی کرے گا کسی کو ستائے گا نہیں (عالمگیری)

مسئلہ: بعد از نماز عشاء باتیں کرنے کی تین صورتیں ہیں اول علمی گفتگو کسی سے مسئلہ پوچھنا اس کا جواب دینا یا اس کی تحقیق وتفتیش کرنا اس قسم کی گفتگو سونے سے افضل ہے دوم جھوٹے قصے کہانی کہنا، مسخرہ پن اور ہنسی مذاق کی باتیں کرنا یہ مکروہ ہے سوم موانست کی بات چیت کرنا جیسے میاں بیوی میں یا مہمان سے اس کے انس کے لیے کلام کرنا یہ جائز ہے۔ اس قسم کی باتیں کرے تو آخر میں ذکر الہی میں مشغول ہو جائے اور تسبیح واستغفار پر کلام کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ: دو مرد برہنہ ایک ہی کپڑے کو اوڑھ کر لیٹیں یہ ناجائز ہے اگر چہ بچھونے کے ایک کنارہ پر ایک لیٹا ہو اور دوسرے کنارہ پر دوسرا ہو، اسی طرح دو عورتوں کا برہنہ ہو کر ایک کپڑے کو اوڑھ کر لیٹنا بھی ناجائز ہے حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ: جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہو جائے تو ان کو الگ الگ سلانا چاہیے یعنی لڑکا جب اتنا بڑا ہو جائے اپنی ماں یا بہن یا کسی عورت کے ساتھ نہ سوئے صرف اپنی زوجہ یا باندی کے ساتھ سو سکتا ہے بلکہ اس عمر کا لڑکا اتنے بڑے لڑکوں یا مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔ (درمختار ردالمختار)

مسئلہ: میاں بیوی جب ایک چارپائی پر سوئیں تو دس برس کے بچہ کو اپنے ساتھ نہ سلائیں لڑکا جب حد شہوت کو پہنچ جائے تو وہ مرد کے حکم میں ہے (درمختار)

مسئلہ: راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں اور اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے مگر جب کہ مالک زمین منع کرے تو اب نہیں چل سکتا۔ یہ حکم ایک شخص کے متعلق ہے اور جو بہت سے لوگ ہوں تو جب تک مالک زمین راضی نہ ہو نہیں چلنا چاہیے۔ راستہ میں پانی ہے اس کے کنارہ پر کسی کی زمین ہے ایسی صورت میں اس زمین میں چل سکتا ہے (علمگیری) بعض مرتبہ کھیت بویا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس میں چلنا کاشتکار کے نقصان کا سبب ہے ایسی صورت میں ہرگز اس میں چلنا کاشتکار کھیت کے کنارہ پر جہاں سے چلنے کا احتمال ہوتا ہے کانٹے رکھ دیتے ہیں یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ اس کی جانب سے چلنے کی ممانعت ہے مگر اس پر بھی۔ بعض لوگ توجہ نہیں کرتے ان کو جاننا چاہیے کہ اس صورت میں چلنا منع ہے۔

مسائل دینیہ

حضرت علامہ ابو ابراہیم نصر اللہ آسوی

اذان کے بعد درود شریف

اذان سے قبل اور بعد درود شریف اور نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا ثبوت

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے جنت میں ,,وسیلہ،، کی دعا کرو، کیونکہ وہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (مسلم:384 مشکوۃ:657)

سعودی عرب کے مفتی اعظم کا فتویٰ درود شریف تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے

شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

"وھی مشروعة فی جمیع الاوقات، ومتاکدة فی آخر کل صلاة، بل واجبة عند جمع من اھل العلم فی التشھد الاخیر من کل صلاة وسنة مؤکدة فی مواضع کثیرة، منھا ما بعد الاذان، وعند ذکرہ - ﷺ، وفی یوم الجمعة ولیلتھا - کما دلت علی ذلك أحادیث کثیرة.

ترجمہ: یہ درود تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے اور نماز کے آخر میں اس کی تاکید آئی ہے بلکہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر نماز کے آخری تشہد میں اس کا پڑھنا واجب ہے یعنی اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور متعدد مقامات پر سنت مؤکدہ ہے۔ ان میں سے ایک مقام اذان کے بعد کا ہے اسی طرح جب حضور ﷺ کے نام نامی اسم گرامی کی آواز کانوں میں سنائی دے تو اس وقت درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ نیز جمعہ اور جمعہ کی رات کو اس کا پڑھنا سنتِ نبوی ہے کیونکہ کثرت سے حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ (الاحتفال بالمولد النبوی) ص:۲۳

دعا سے پہلے درود شریف

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿إنَّ الدُّعاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّماءِ وَالارضِ لايَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحمدٍ﴾

بیشک دعا زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے اس سے کوئی چیز نہیں چڑھتی حتیٰ کہ تم اپنے نبی محمد ﷺ پر درود بھیجو۔

(ترمذی 486 مشکوۃ حدیث 938)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اپنی رائے سے نہیں بلکہ حضور ﷺ سے سن کر ہے کیونکہ یہ باتیں صرف رائے سے نہیں کہی جاتیں۔

اس لئے سب حضرات کوفرضوں کے بعد بھی درود شریف پڑھ کر دعا کرنی چاہئے۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو سنا اس نے نماز میں دعا کی نہ اس نے اللہ کی حمد کی اور نہ نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اس نے جلدی کی پھر بلایا اور کہا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ کی حمد و ثنا سے ابتداء کرے پھر نبی پر درود پڑھے پھر اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ (ابوداود-1481، ترمذی 3475)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر آپ کے ساتھ تھے جب میں بیٹھا تو اللہ کی حمد سے ابتدا کی پھر نبی پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مانگ لے عطا کیا جائے گا مانگ لے عطا کیا جائے گا۔ (ترمذی 593، مشکوۃ 931) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد دعا مانگنا سنت اور دعا سے پہلے حمد و درود پڑھنا بھی سنت اور دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ....

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں فرض نماز پڑھ لینے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا معمول تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب میں یہ ذکر سنتا تو مجھے پتہ چل جاتا کہ لوگ نماز ختم کر چکے ہیں۔ (مسلم کتاب المساجد باب الذکر بعد الصلاۃ حدیث 583-1219)

(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۷ ص ۲۲۸)

تھے وہ مسجد میں کھڑا ہوا اور اذان دینے لگا۔ (ابوداود کتاب الصلاۃ باب کیف الاذان حدیث 426، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۱) اس حدیث کو دیوبندی محقق انوار خورشید نے بھی نقل کیا ہے (حدیث اور اہل حدیث ص ۲۵۹) وہابیہ کے امام ابن حزم نے اس حدیث کو اعلیٰ درجہ کی صحیح قرار دیا ہے۔

(المحلی بالآثار ج ۳ ص ۱۵۸)

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء پر درود پڑھنا:

سوال: ہمارے ہاں ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ الحقیقہ کے ص ۷ پر حضرت علیہ السلام پر درود لکھا گیا ہے تو ایسا لکھنا جائز نہیں درود صرف رسول اللہ ﷺ پر پڑھا جاسکتا ہے اس کے متعلق ضرور کچھ وضاحت فرما دینا۔ (حاجی محمد دین گورسیال شکر گڑھ)

جواب: اس کا ایسا کہنا بلا دلیل ہے لہذا مردود و باطل ہے لاعلمی کا علاج سوال کرنا ہے نہ کہ فتویٰ دینا ان کے پاس اس کے ناجائز ہونے کی ایک بھی دلیل نہیں ہے اس کے جواز کی میرے پاس الحمد للہ متعدد دلائل ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صَلُّوا عَلَى اَنْبِيَاءِ اللهِ وَرُسُلِهٖ تم اللہ کے انبیاء اور رسولوں پر درود بھیجو کیونکہ اللہ نے انہیں اسی طرح بھیجا تھا جس طرح مجھے بھیجا ہے۔ طبرانی، القول البدیع ص ۵۳، وہابی مولوی عبد الغفور اثری کی کتاب، احسن الکلام ص ۱۳۲)

غیر انبیاء پر مستقل درود نہیں پڑھا جاسکتا ہاں بالتبع پڑھا جاسکتا ہے یعنی پہلے نبی کریم ﷺ کا ذکر ہو پھر مؤمنین کا جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس کوئی چیز ایسی نہ ہو کہ وہ صدقہ کر سکے تو وہ یوں درود پڑھے تو اس کا صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾۔

(ابن حبان 900، ترغیب 2485)

دیکھو اس حدیث میں عام مومن مردوں اور عورتوں پر درود پڑھا گیا ہے۔ لیکن علیحدہ نہیں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد لیکن انبیاء کرام پر علیحدہ درود پڑھا جا سکتا ہے۔ ہاں نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ پر درود پڑھا ہے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی ﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ اَبِی اَوْفٰی﴾ (بخاری 1497 مسلم 1078 مشکوۃ کتاب الزکاۃ حدیث 1777)

اور اللہ تعالیٰ بھی مومنوں پر درود بھیجتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ (دستار) باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (جامع صغیر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (احمد 6-13426 مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف حدیث 1101

نورِ حسی یا نورِ ہدایت:

السلام علیکم بحمدہ تعالیٰ ,,الحقیقہ،، تقریباً ہر ماہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے اسلام اور سنیت کے حوالے سے اپنے تحقیقی مضامین و نگارشات سے مستفیض کرتا ہے، علاوہ ازیں ابطال باطل او احقاق حق کے حوالہ سے جو مضامین ہوتے ہیں ان سے بہت زیادہ فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے مطالعہ سے عام سنی بھی ان خبثاء (بدمذہبوں) کے بچھائے ہوئے دامِ فریب و مکاری میں پھنسنے سے اپنے آپ کو بچالیتا ہے اور ان بے دینوں کا مقابلہ بڑی جراءت و بہادری سے کرسکتا ہے اور مسائل دینیہ کے حوالے سے جو صفحات ہوتے ہیں ان کے فیوض و برکات کا کیا کہنا ان میں ایسے مسائل کا نفیس، عمدہ، مدلل و مفصل حل تحریر ہوتا ہے، جس سے عام سنی بھی آگاہ نہیں ہوتا اور یہ صفحات حضرات علمائے کرام کے لئے بھی خالی از فائدہ نہیں ہوتے وہ بھی ان سے بھرپور مستفیض ہوتے ہیں الغرض ان خصوصیات کی بناء پر ,,الحقیقہ،، اہل سنت کا محبوب اور بے باک ترجمان ہے یہ فقیر دعا کرتا ہے کہ مجلّہ مصفی تادیر جاری و ساری رہے تا کہ ہم غرباء اہل سنت اس کے فیوض و برکات سے اپنے دامن مراد بھرتے ہیں آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ دو سوال آپ کی خدمت میں ارسال ہیں امید ہے کہ حسب سابق شرح و بسط سے دلائل و براہین قاطعہ سے جوابات ارقام فرمائیں گے۔

س (۱) اہل سنت و جماعت نبی کریم ﷺ کو نورِ حسی بھی مانتے ہیں جب کہ مولوی غلام رسول سعیدی نے جدید تحقیق میں نورِ حسی سے انکار کیا ہے وہ لکھتے ہیں: جو کہتے ہیں آپ ﷺ کی حقیقت نورِ حسی ہے اور صورت بشر ہے یا آپ ﷺ لباس بشری میں تشریف لائے اور حقیقت اس سے ماوراء ہے سو دلائل کی روشنی میں اس قول کا برحق ہونا ہم پر واضح نہیں ہوسکا۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۱۳۹) دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ ﷺ کا نورِ مبارک حسی ہے یا نہیں علامہ صاحب نے جو اس پر اعتراضات کئے ہیں ان کا جواب کیا ہے اور جو نورِ حسی کا انکار کیا ہے اس کی بناء پر علامہ صاحب کے لئے حکم شرعی کیا ہے؟

س (۲) ایک امام صاحب نماز مغرب پڑھاتے ہوئے یہ خیال کر گئے کہ یہ دوسری رکعت ہے (حالانکہ وہ تیسری رکعت تھی تشہد کے بعد اپنے خیال میں تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تیسری رکعت تھی ایسی صورت میں امام صاحب کو کیا کرنا چاہئے بینوا توجروا۔

محمد جاوید اقبال رضا قادری رضوی غفرلہ کھارا میگا تحصیل و ضلع نارووال

ج پیارے بھائی قادری صاحب آپ کی محبت کا بہت شکریہ آپ اپنی مصروفیات میں سے الحقیقہ کے مطالعہ کے لئے وقت نکالتے ہیں اور اس

سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق وشوق میں مزید اضافہ فرمائے یہ آپ جیسے اہل علم واہل بصیرت لوگوں کی اعلیٰ ظرفی ہے جو مجھ جیسے کم علم لوگوں کی غلطیوں سے چشم پوشی فرما کر حوصلہ افزائی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے ہیں۔ ورنہ ہم اس قابل کہاں کہ کچھ تحریر کرسکیں۔

نماز میں دو قعدے ہیں پہلا واجب یعنی دو رکعت کے بعد والا اور آخری قعدہ فرض ہے اگر درمیانی قعدہ میں نہیں بیٹھا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا تو اب واپس نہ لوٹے بلکہ آخر میں سجدہ سہو کرلے مقتدی پیچھے سے لقمہ دیں تب بھی واپس نہ لوٹے ۔ آخری رکعت میں بیٹھنا تھا لیکن یہ کھڑا ہوگیا مثلاً مغرب میں تین رکعت کے بعد یا عصر میں چار کے بعد کھڑا ہوگیا تو اب ہر حال میں واپس لوٹے چاہے مغرب میں چوتھی رکعت یا عصر میں پانچویں رکعت کا رکوع بھی کر چکا ہو اور سجدہ سہو کرے نماز ہوگئی۔

مولانا مفتی امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قعدہ اخیر بھول گیا تو جب تک اس کی رکعت کا سجدہ نہیں کیا لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے اور اگر قعدہ اخیر میں بیٹھا تھا تو فرض ادا ہوگئے مگر سجدہ سہو واجب ہے۔ اور اگر سجدہ کرلیا تو ایک رکعت اور ملالے اگرچہ وہ نماز فجر یا عصر ہو پہلے فرض اور آخری دو رکعت نفل بن گئے اور مغرب میں نہ ملائے کہ چار پوری ہوگئیں۔ اور اگر قعدہ اخیر نہیں بیٹھا تھا اور مغرب میں چوتھی یا عصر میں پانچویں کا سجدہ کرلیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہوگئے لہٰذا اگر چاہے تو مغرب کے علاوہ اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملالے تاکہ شفع پورا ہوجائے طاق رکعت نہ رہے۔ اب فرض دوبارہ پڑھے۔ (بہار شریعت سجدہ سہو کا بیان جلد۴ ص ۷۱۲)

نور کے متعلق گذارش یہ ہے کہ علامہ صاحب نے نور حسی ہونے کا انکار نہیں کیا وہ نبی کریم ﷺ کو نور ہدایت بھی مانتے ہیں اور نور حسی بھی وہ کیسے انکار کرسکتے ہیں جب کہ انہوں نے خود احادیث نقل کی ہیں

حدیث: امام بخاری کے استاذ امام عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا: کہ

لَمْ يَكُنْ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهُ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِراجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهُ ضَوْءَ السراجِ

رسول اللہ ﷺ کا (تاریک) سایہ نہیں تھا آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب ہوتی۔

(مصنف عبدالرزاق الجزء المفقود ص ۵۶)، وفاء الوفاء ابن جوزی)

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلا) تھی جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ شمائل ترمذی امام دارمی نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ حدیث 5797)

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ چمکدار تھا جو شخص بھی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کے جمال کو بیان کرتا تو اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور یہ کہ آپ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ حسین ہیں۔ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۰۰) علامہ سیوطی ابن عساکر کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں

سحری کے وقت سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ نہ ملی رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی۔ (خصائص کبری ج ۱ص ۶۳)

حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز میں یوں دعا کرتے اے اللہ میرے دل میں نور کر دے، میری بصر میں نور کر دے، میری سماعت میں نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے آگے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، اور میرے لئے نور کر دے۔ (بخاری ج ۲ص 935 حدیث 6316)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جن انوار کی دعا کی ہے ان انوار سے نور حسی بھی مراد لیا جا سکتا ہے فتح الباری ج ۱۱ص ۱۱۸۔ ملا علی قاری نے لکھا کہ اس دعا میں نور کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں یعنی نور حسی بھی اور نور ہدایت بھی۔ مرقات ج ۳ ص ۱۲۵ (شرح مسلم ج ۵ص ۹۶-۹۷-۹۸) اگر علامہ غلام رسول صاحب نور حسی نہ مانتے تو حدیثیں نقل نہ کرتے البتہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ آپ کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں وہ بدعقیدگی کا شکار ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور ہے اور بشریت لباس ہے دلائل شرعیہ کی روشنی اس قول کا برحق ہونا مجھ پر واضح نہیں ہو سکا۔ (تبیان ج ۳ص ۱۳۹) تو اس سے انکار ثابت نہیں ہوتا اپنے علم کی کمی کا اعتراف کر رہے ہیں اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کوئی شخص بھی کسی چیز کی حقیقت کو نہیں جان سکتا تو ہم رسول اللہ ﷺ کی حقیقت کو کیسے جان سکتے ہیں جب کہ آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمادیا تھا کہ میرے رب کے سوا کوئی میری حقیقت کو نہیں جان سکتا تو ہم اس بحث میں کیوں پڑیں کہ آپ کی حقیقت کیا ہے نہ ہم سے یہ سوال ہو گا کہ تم نے نبی کی حقیقت کو کیوں نہیں جانا کہ آپ کی حقیقت بشر یا نور تھی ہم رسول اللہ ﷺ کی تمام شانیں مانتے ہیں سید البشر بھی نور ہدایت بھی اور نور حسی بھی ہم رسول اللہ کو نور حسی کیوں تسلیم نہ کریں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سِرَاجاً مُّنِیْراً چمکا دینے والا آفتاب فرمایا ہے (سورہ الاحزاب آیت ۴۶) اگر سورج نور حسی ہو سکتا ہے تو میرے آقا بھی نور حسی ہو سکتے ہیں ورنہ پھر سورج کے نور حسی ہونے کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ سرکار کی شان تو بڑی بلند ہے آپ کی طفیل آپ کے غلاموں کو بھی نور حسی عطا ہو گا۔ اللہ فرماتا ہے ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے دائیں۔ سورہ تحریم: آیت ۸، سورہ الحدید آیت ۱۲) یہ کونسا نور ہو گا یہ نور ہدایت نہیں نور حسی ہو گا جب غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہو گا۔

نبی کریم ﷺ کے جسم پاک کا سایہ تھا یا کہ نہیں؟

س میری ایک آدمی سے بات ہوئی وہ کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ ثابت ہے حضرت زینب نے نبی پاک ﷺ کے سائے کو دیکھا تھا اس کے متعلق وضاحت فرمادیں۔ (ماسٹر محمد سلیم سیدے والی بھاگووال سیالکوٹ)

ج تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کے جسم اقدس کا تاریک ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور نورانیت کا ثبوت یا سایہ کی نفی بشریت کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ نیز یہ عقیدہ ظنی ہے اور ظنیت کے باب میں دلائل ظنیہ کافی ہوتے ہیں۔

حدیث: امام بخاری کے استاذ امام عبدالرزاق ابن جریج سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: مجھے نافع نے خبر دی کہ حضرت ابن عباس نے ارشاد فرمایا: کہ

لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللہِ ﷺ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ الشَّمْسِ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُہٗ ضَوْءَ السِّرَاجِ

رسول اللہ ﷺ کا (تاریک) سایہ نہیں تھا آپ ﷺ کبھی سورج کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب ہوتی اور کبھی چراغ کے سامنے کھڑے نہیں ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب ہوتی۔

(مصنف عبدالرزاق الجزء المفقود ص ۵۶)، وفاء الوفاء ابن جوزی)

امام ابوزرعہ فرماتے ہیں: امام عبدالرزاق ان علماء میں سے ہیں جن کی حدیث معتبر ہے۔ (تہذیب التہذیب ج6 ص 311) صاحب تفسیر مدارک علامہ نسفی لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں کیا تا کہ کہیں کوئی شخص آپ کے سایہ پر قدم نہ رکھ دے۔ (تفسیر مدارک ج ۳ ص ۳۳۲) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ جو مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا چاند سورج میں سایہ نہ پڑتا تھا پس وہ اس لئے ہے کہ آپ نور ہیں۔ (شفاء شریف ج ۱ ص ۲۴۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کے اسماء میں سے ایک اسم نور ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۱)

سرفراز دیوبندی لکھتا ہے کہ اصل میں سایہ نہ ہونے کا مسئلہ شیعہ کا ہے۔ (تنقید متین)

کیا خیال ہے آپ کا کہ حضرت عثمان حضرت ابن عباس، علامہ سیوطی، قاضی عیاض، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ابن جوزی اور علامہ نسفی یہ تمام صحابہ اور اکابر آئمہ دین حضرت شیعہ تھے؟ کچھ تو شرم کرو۔

اگر واقعی سایہ نہ ہونا شیعہ کا عقیدہ ہے تو جناب والا گستاخی معاف پھر سب سے بڑے شیعہ دیوبندیوں کے قطب رشید گنگوہی ہیں جو لکھتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ ہونا تواتر سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ نور کے سوا تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے۔ (امداد السلوک ص ۸۶) اور دوسرے نمبر پر اشرف علی تھانوی شیعہ ہیں جو کہتے ہیں: یہ بات مشہور ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ (شکر النعمۃ ص ۲۰) تیسرے نمبر شیعہ ادریس کاندھلوی ہیں لکھتے ہیں: حضور ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ (اصول الاسلام ص ۹۲)

چوتھے شیعہ مفتی عزیزالرحمن ہیں جو لکھتے ہیں: امام سیوطی نے خصائص کبری میں حدیث نقل فرمائی ہے۔۔۔ آپ ﷺ کا بدن نور تھا اس وجہ سے آپ کا سایہ نہ تھا۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۱ ص ۱۴۲) پانچویں شیعہ ظفر احمد عثمانی دیوبندی ہیں جو لکھتے ہیں: آپ ﷺ کے سایہ کو زمین پر واقع نہ ہونے دیا تا کہ اس پر کسی کا قدم نہ پڑے۔ (امداد الاحکام ج ۱ ص ۳۴۰) چھٹے اور ساتوے شیعہ مہدی حسن اور جمیل الرحمن دیوبندی ہیں جو لکھتے ہیں: آنحضرت کا سایہ نہ تھا اس کے ہم معتقد ہیں۔ (ماہنامہ تجلی دیوبند مارچ 1959ء) آٹھوے شیعہ خلیفہ تھانوی عنایت علی شاہ ہے جس نے لکھا ہے۔

جسم پاک ان کا سراپا نور تھا

اس لئے سائے سے بالکل دور تھا

(باغ جنت ص 284)

شیعہ نمبر ۹ عبدالرحمن اشرفی دیوبندی ہیں جو لکھتے ہیں: بطور معجزہ آپ ﷺ کا سایہ مبارک نہیں تھا۔ (روزنامہ جنگ لاہور فروری ۱۹۹۰ء)

دسویں شیعہ عابد میاں دیوبندی ہیں جو لکھتے ہیں. آپ ﷺ کا جسم مبارک نورانی تھا جس وقت آپ دھوپ میں اور چاندنی رات میں آمد و رفت فرماتے تو مطلقا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ (رحمۃ للعالمین ص ۵۳) گویا کہ تمام اکابر دیوبند شیعہ ہیں۔ مبارک ہو سرفراز صاحب آپ کی پوری ٹیم ہی شیعہ ثابت ہوگئی

سرفراز دیوبندی نے سایہ ثابت کرنے کے لئے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ پہلی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک رات حضور ﷺ صحابہ کے

درمیان نماز پڑھ رہے تھے صحابہ نے آپ کو ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا بعد میں آپ سے اس کی حکمت پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا پہلے مجھ پر جنت پیش کی گئی اور پھر دوزخ

حَتّٰی رَاَیْتُ ظِلِّی وظِلَّکُمْ فِیھا یہاں تک کہ میں نے اس آگ میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔

جواباً گذارش ہے کہ اگر قرائن کی طرف التفات کئے بغیر محض لفظ ظِـــل کے اطلاق سے تاریک سایہ ثابت ہو جاتا ہے تو حدیث پاک میں سَبْعَۃٌ یُظِلُّھُمُ اللہُ فی ظِلِّہٖ سات شخص اللہ کے سائے میں ہوں گے۔(بخاری 1423 مشکوۃ 701) سے اللہ تعالیٰ کے لئے سایہ ثابت ہو جائے گا۔(العیاذ باللہ)

ثانیاً رَاَیْتُ ظِلِّی وظِلَّکُمْ فِیھا یہاں تک کہ میں نے اس آگ میں اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا اس جملہ میں ظِل اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے کیونکہ دوزخ کی آگ دنیاوی آگ کی طرح روشن نہیں ہے بلکہ جہنم کی آگ سیاہ اور اندھیری ہے۔(مشکوۃ باب صفۃ النار فصل ثانی) بہر حال دو طرح ثابت ہو گیا کہ یہاں ظِل کا لفظ اپنے اصل معنی پر محمول نہیں ہے ایک تو اس لئے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اور دوسرا اس لئے کہ جہنم میں سایہ دکھائی دینا معقول ہی نہیں ہے سایہ روشنی میں دکھائی دیتا ہے۔ پس ان دو قرینوں سے ثابت ہو گیا کہ یہاں پر لفظ ظِـل مجاز پر محمول ہے۔ اور مجازی طور پر ظِل شخص کے معنی میں آتا ہے۔ معالم التنزیل میں ہے، وقیل ظلالھم ای اشخاصھم پس معنی حدیث یہ ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اور اس میں اپنے اور تمہارے اشخاص کو دیکھا اور جہنم میں دیکھنے سے حضور ﷺ نے یہ تعبیر لی کہ آپ کے وصال کے بعد امت فتنوں میں مبتلا ہو گی۔

دوسری حدیث جس سے سرفراز نے نبی علیہ السلام کے لئے تاریک سایہ ثابت کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینب فرماتی ہیں کہ میں آپ سے ناامید ہو گئی اور میں نے اپنی چارپائی وہاں سے ہٹالی اذا انا بظل رسول اللہ مقبلا .... فرماتی ہیں کہ میں اسی حالت میں تھی کہ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ ﷺ کا سایہ دیکھا جو میری طرف آرہا تھا۔(تنقید متین ۱۱۹)

جواب اس حدیث میں بھی ظِـــل سے مراد شخص ہے کیونکہ میں دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ آپ ﷺ نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے ہمارے نزدیک اس حدیث میں بھی ظِـــل شخص کے معنی پر محمول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ظل سے سایہ مراد لیا جائے تو پھر اللہ کا بھی سایہ ماننا پڑے گا۔ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھیں "توضیح البیان،، ص ۲۱۶-۲۲۸) علامہ غلام رسول سعیدی

رقص اور آلات موسیقی اور دف کے بارے میں شرعی حکم بیان کریں (مولانا ریاض ہاشمی دندی نظام سرائے عالمگیر گجرات)

دف کے ساتھ نعت شریف پڑھنا یا سننا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو ایک قبیلہ کی عورتوں نے دف کے ساتھ طلع البدر علینا پڑھا تھا تو آپ ﷺ نے منع نہیں کیا تھا بلکہ مسکرائے تھے۔ (سمیع اللہ ناروول)

جواب: اس کا مفصل جواب تو انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں آئے گا مختصر یہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ کسی عورت نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ ننھی بچیاں تھیں اور خوشی کا موقع تھا بعد میں بہت سی چیزوں سے روک دیا گیا ان میں دف بھی ہے سوائے چند مخصوص جگہوں کے، دف کی ممانعت پر احادیث اور فقہاء کرام کی عبارت پیش کی جائیں گی، جیسا لوگ نماز میں باتیں بھی کیا کرتے تھے تو مدینہ میں ان سے روک دیا گیا اب اس کو دلیل بنا کر نماز میں کوئی باتیں کر کے دکھائے۔

آلات موسیقی کی حرمت میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ گانا اور آلات موسیقی دو الگ الگ چیزیں ہیں، گانا مطلقاً حرام

نہیں ہے اگر گیت کا مضمون جائز ہو تو گانا جائز ہے اور اگر گیت کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے، اور آلات موسیقی میں دف کے علاوہ باقی آلات کو سننا اور بجانا مطلقاً حرام (ظنی یا مکروہ تحریمی) ہے۔ اور دف میں تفصیل یہ ہے کہ عید، نکاح، ولیمہ، جہاد اور ختنہ کی تقریب میں قلیل مقدار کے ساتھ دف بجانا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۶۹۴) نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ عورتوں کا مردوں کے سامنے گانا یا مردوں کا عورتوں کے سامنے گانا یا حجاب کی اوٹ سے مردوں کا عورتوں کی آواز میں گانا سننا بہر حال ناجائز ہے خواہ گانے کا مضمون کیسا ہی کیوں نہ ہو۔ بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آلات موسیقی کے بجانے اور ان کی آواز سننے کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ آلات موسیقی ہاتھ سے بجانے والے ہوں جن کو مَعَازِف کہتے ہیں یا وہ آلات موسیقی منہ سے بجانے والے ہوں جن کو عربی میں مَزَامِیر کہتے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت للعالمین اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے منہ اور ہاتھ سے بجائے جانے والے آلات موسیقی اور سازوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۶)

البتہ حدیث میں نکاح، ولیمہ، اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی رخصت ہے لیکن ان مخصوص مواقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دف یا دیگر آلات موسیقی کا مطلقاً بجانا جائز ہو (جیسا کہ طاہر القادری اور بعض نعت خواں کرتے ہیں) کیونکہ اولاً تو دیگر احادیث صحیحہ میں دف سمیت تمام آلات موسیقی کو رسول اللہ ﷺ نے مطلقاً حرام فرمایا ہے اس لئے اجازت انہی مواقع کے ساتھ مخصوص رہے گی اور مذاہب اربعہ کے فقہاء نے ایسا ہی کیا ہے۔ احکام شرعیہ میں اس کی متعدد مثالیں ہیں مثلاً کسی شخص کے لئے نامحرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں نکاح کے قصد سے نامحرم عورت کو دیکھنے کی رخصت ہے۔ اب اس خاص موقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حکم عام ہو جائے اور ہر شخص غیر محرم عورتوں کو دیکھتا رہے خواہ نکاح کا ارادہ ہو یا نہ۔ اسی طرح مردار کھانا جائز نہیں حالانکہ حدیث میں مچھلی اور ٹڈی کے حلال ہونے کا ذکر ہے۔ اب اس خاص رخصت کی بنا پر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بقیہ تمام مرداروں کو اپنے لئے حلال قرار دے لے کیونکہ دوسرے دلائل سے خون اور مردار کی حرمت ثابت ہے۔ علی ہذا القیاس نکاح، عید اور ولیمہ کے مواقع پر دف کی اجازت کی بنا پر مطلقاً دف بجانے کی رخصت لازم نہ آئے گی کیونکہ دیگر دلائل سے تمام آلات موسیقی کی مطلقاً حرمت ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اَلدُّفُّ حَرَامٌ والمعازف حَرَامٌ والکوبۃ حَرَامٌ والمِزمارُ حَرَامٌ دف حرام ہے اور ہاتھوں سے بجانے والے آلات موسیقی حرام ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے۔ (سنن کبری ج ۱۰ ص ۲۲۲) مطبوعہ ملتان (شرح مسلم ج ۲ ص ۶۷۶)

آلات موسیقی کو جائز رکھنے والے تمام علماء ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ عورتوں سے گانا بجانا سننا جائز ہے اور علی الاطلاق آلات موسیقی بجانا، سننا اور مردوں عورتوں سے بلا حجاب گانا سننا جائز ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ سے واپس آئے تو ایک حبشی لڑکی آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالی آپ کو جہاد سے سلامتی کے ساتھ واپس لے آئے گا تو میں دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا. اگر تو نے نذر مانی ہے تو دف بجا ورنہ نہیں! وہ دف بجانے لگی پھر حضرت ابوبکر آئے تو وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت علی آئے تو وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت عثمان آئے تو وہ دف بجاتی رہی، پھر حضرت عمر آئے تو اس نے دف کو الٹا کر اپنی سیرین کے نیچے رکھ دیا اور اس پر بیٹھ گئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

میری اور دیگر صحابہ کی موجودگی میں یہ دف بجاتی رہی تم آئے تو اس نے دف کو پھینک دیا (ترمذی 3690 مشکوۃ 6048)

امام ترمذی نے کہا: اس حدیث کی سند میں علی بن حسین واقد راوی ضعیف ہے۔ اسی طرح کی روایت ابوداؤد میں ہے یہ بھی ضعیف ہے۔ یہ حدیث روایۃً کے علاوہ درایۃً بھی مردود ہے رسول اللہ ﷺ نے اس حبشی لڑکی کو نذر پورا کرنے کا حکم دیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بالغہ تھی کیونکہ احکام کی مکلف ایک بالغہ لڑکی ہی ہوتی ہے اور ایک بالغہ لڑکی یا عورت سے بلا حجاب گانا سننا نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے اور اگر بالفرض اس کو آپ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے تو دیگر صحابہ کرام کا ایک بالغہ لڑکی یا عورت کو دیکھنا اور اس کا گانا سننا کس طرح جائز ہوگا کیونکہ اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا دونوں حرام ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے یہ صحابہ کرام حرام کررہے ہیں اور آپ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ ثالثاً: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا دف بجانا ایک شیطانی کام ہے، اور جب یہ شیطانی کام ہے تو چاہئے تھا کہ آپ فرماتے اس نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ اسے نذر پوری کرنے کا حکم دیتے، پھر یہ شیطانی کام تھا تو آپ کا اور دیگر صحابہ کا اسے سننا کس طرح صحیح تھا، پھر ایک عجیب اور غلط بات ہے کہ شیطان حضرت عمر سے ڈرتا تھا اور آپ ﷺ اور دیگر صحابہ سے نہیں ڈرتا تھا اور پھر یہ تاویل اس سے بھی عجیب تر اور غلط ہے کہ حضرت عمر برائی کے کاموں پر زیادہ سخت تھے اور آپ ﷺ اور دیگر صحابہ نرم مزاج تھے۔ غرضیکہ یہ حدیث اصول اسلام سے متصادم ہے روایۃً اور درایۃً ضعیف اور واجب الرد ہے اس سے آلات موسیقی کے جواز پر استدلال کرنا بداہۃً باطل ہے۔

فقہاء احناف کا نظریہ: علامہ سرخسی فرماتے ہیں: دف اور طبل بجانا مکروہ ہے، نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لہو کے لئے دف بجانا مکروہ ہے۔ (شرح سیر کبیر ج ۴ ص ۱۴۵۸) معلوم ہوا کہ دف کے ساتھ نعت خوانی بھی مکروہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب دف کے ساتھ نعت پڑھنے سے روک دیا

جب ربیع بنت معوذ کے گھران کی رخصتی کے موقع پر بچیوں نے نعت پڑھنا شروع کی کہ ہم میں نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو وہی کہو جو پہلے کہتی تھیں۔ (مشکوۃ کتاب النکاح باب اعلان النکاح) اس کے تحت مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں: کیوں چھوڑ دو یا اس لئے کہ دف اور کھیل کے دوران نعت شریف نہ چاہئے کہ اس میں نعت کی بے ادبی ہے (اشعۃ اللمعات) یا اس لئے کہ مرثیہ کے دوران نعت نہ پڑھو نعت و مرثیہ اچھا نہیں بچیاں نابالغہ اور غیر مراہقہ تھیں اور صرف دف بجا کر گاتی تھیں جھانج وغیرہ کوئی باجہ نہ تھا اشعار گندے نہ تھے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح یا رخصتی پر ننھی بچیوں کا ایسا گانا درست ہے۔ (مراۃ ج ۵ ص ۴۶)

امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی لہذا ارشاد ہوا اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔ (الامن والعلی ص ۳۱۰)

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: جب گانے بجانے کے آلات کے ساتھ نظم گائی جائے تو منع ہے خواہ نظم میں وعظ اور حکمت کی باتیں ہوں، اور یہ ممانعت ان آلات کی وجہ سے ہے اس نظم کی وجہ سے نہیں۔ (فتح القدیر ص ۴۸۲)

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: گانا سننا اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے اس کا قصد کرنا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں گانوں اور باجوں دونوں کا ایک حکم ہے۔ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۲) علامہ شامی فرماتے ہیں: ناچنا، مذاق اڑانا، تالی بجانا، ستار کے تار بجانا، بربط سارنگی، رباب، قانون

،بانسری، جھانجن، بگل بجانا مکروہ تحریمی ہیں کیونکہ یہ کفار کا شعار ہیں اور دف، بانسری اور دیگر سازوں کا سننا حرام ہے اگر اچانک سن لیا تو معذور ہے اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے۔ (قہستانی ردالمختار ج۵ ص۳۴۸)

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: معراج میں ہے کہ آلات موسیقی دو قسم کے ہیں: ایک وہ ہیں جو حرام ہیں جیسے بانسری طنبور وغیرہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے بانسریوں اور دیگر آلات موسیقی کے مٹانے کا حکم دیا ہے اور اس لئے بھی مطلوب ہے کہ یہ آلات ذکر الٰہی سے غافل کرتے ہیں اور دوسری قسم کا آلات جو نکاح اور دیگر شرعی خوشی کے موقع پر مباح ہے اور ان کے علاوہ دیگر مواقع پر دف بجانا مکروہ ہے۔ کیونکہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو کسی کو دیکھنے کے لئے بھیجتے پھر دیکھتے اگر وہ ولیمہ کا موقع ہوتا تو خاموش رہتے اور اگر کوئی اور موقع ہوتا تو درہ سے سزا دینے کا قصد کرتے اور مردوں کے لئے ہر حال میں دف بجانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔ (البحر الرائق ج۷ ص۸۸)

جاہل صوفیاء کے رقص و سرود اور تالیاں بجانے پر علامہ قرطبی کا تبصرہ: علامہ قرطبی نے فرمایا: کہ بعض صوفیہ نے آلات غناء کے ساتھ گانے بجانے کا نام سماع رکھا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بہت سے لوگ اس کی تحریم سے ناواقف ہیں۔ حتیٰ کہ ان سے مجنونوں کے سے افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ موسیقی کی دھنوں پر رقص کرتے ہیں۔ اور ایک قوم ان امور میں یہاں تک پہنچی ہے کہ اس نے ان امور کو نیکی اور اعمال صالحہ میں سے قرار دیا، اور یہ بے دینی کے آثار میں سے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے بدعات اور فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اتباع سنت کا سوال کرتے ہیں۔ (اکمال المعلم ج۳ ص۳۲)(شرح مسلم ج۲ ص۶۹۰)

بعض لوگ خوشی کے موقع پر یا کسی تقریب میں مقرر کو داد دینے کے لئے تالیاں بجاتے ہیں یہ بھی شرعاً ناجائز ہے اور کفار کا طریقہ ہے بلکہ سبحان اللہ یا ماشاء اللہ کہہ کر داد دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور بیت اللہ کے نزدیک ان کی نماز اس کے سوا کیا تھی کہ یہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے سو اب عذاب کو چکھو کیونکہ تم کفر کرتے تھے۔ (سورہ انفال ۳۵) علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی لکھتے ہیں۔ قرآن مجید نے سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کی جو مذمت کی ہے اس میں ان جاہل صوفیوں کا رد ہے جو رقص کرتے ہیں، تالیاں پیٹتے ہیں اور بے ہوش ہونے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن ج۷ ص۳۵۹) تفسیر تبیان القرآن ج۴ ص۶۲۷)

رقص حرام ہے: فتویٰ امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا ہے (سورہ الاعراف آیت ۵۱)

(۲) جو رقص کو جائز کہے علماء نے اسے کافر کہا ہے۔ (در مختار ج۲ ص۳۳۷) (۳) اس غناء، دف اور رقص کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے (فتاویٰ بزازیہ بر فتاویٰ عالمگیری ج۶ ص۳۴۹) (۴) اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنالیا ہے اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھتے ہیں۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج المکتوب ۲۶۶) (۵) شریعت و طریقت دونوں میں رقص کا کوئی ثبوت نہیں اولیاء اللہ میں سے کسی ایک نے بھی اسے پسند نہیں کیا۔ خرافاتی لوگ رقص کو ثابت کرنے کے لئے جتنی روایات پیش کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں کاملین ایسی گندی حرکت نہیں کر سکتے۔ (داتا گنج بخش علی ہجویری کشف المحجوب ص۴۷۶)(۶)

یہ حرکتیں تو محض نفس کی اغراض ہیں نہ کہ رب تعالیٰ کا قرب، اگر ایسی حرکتیں کرنے والا قائد سمجھا جاتا ہو اور وہ اسے عبادت سمجھ رہا ہو تو اس کا یہ کرتوت برا

ہے، اسے اطاعت سمجھنا اس کا وہم ہے جبکہ یہ در حقیقت ایک بدترین رعونت ہے۔ (روح المعانی جلد ۲۱ ص ۶۵) (۷) ایسی محافل میں جس قدر لوگ کثرت سے جمع کئے جائیں گے اسی قدر گناہ اور وبال صاحب محفل اور داعی پر پڑے گا۔ اگر کوئی مغلوب الحال ہونے کا دعوی کرے اور مان بھی لیا جائے تو ایک محفل سجانے والا مغلوب الحال سہی، یہ جو سینکڑوں ہزاروں عوام کا ہجوم کرایا جاتا ہے کیا یہ سب بھی خدا رسیدہ مغلوب الحال ہو کر آئے ہیں یا دنیا بھی سے چھانٹ چھانٹ کر پاگل بوہرے بلائے جاتے ہیں جن پر شرع کا قلم نہیں جب ایسا کچھ نہیں تو ایسا مجمع کرنا حرام ہے اور اس کا بانی گنہگار ہے اس میں اصلاً شک نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۱۴-۲۱۵)

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی آف سرگودھا لکھتے ہیں

سوال: بخاری و مسلم ابوداود اور فتح الباری میں لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر تشریف لانے کے موقع پر تمام مرد اور عورتیں ناچ رہے تھے۔

جواب: لعنتُ اللهِ علی الکاذبین بخاری و مسلم میں ناچ اور رقص جیسے الفاظ نہیں ہیں ابوداود میں بھی ناچ اور رقص نہیں بلکہ یہ الفاظ موجود ہیں کہ لَعِبَتِ الحبشةُ فَرَحًا لَعِبُوا بِحِرَابِهِمْ (حدیث ۴۹۲۳ مشکوۃ ۵۹۶۲) یعنی حبشیوں نے آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل کھیلا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ آپ نے اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت نیزوں کا لفظ چھوڑ کر اصل صورتِ حال کو چھپا دیا ہے۔ دیکھئے اس میں تمام مردوں اور عورتوں کا ذکر نہیں ہے۔ صرف حبشیوں کا ذکر ہے پھر اس میں ناچ اور رقص جیسے الفاظ نہیں ہیں بلکہ لعب کا ذکر ہے لعب کا معنی ہے کھیلنا۔ پھر یہ کھیل بھی چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ذریعے تھا نیز یہ نیزے بتا رہے ہیں کہ یہ ڈانس نہیں تھا بلکہ جنگی مشق تھی۔ آپ نے ابوداود سے نکال کر بات بخاری و مسلم تک پہنچا دی پھر حبشیوں کی بات تمام صحابہ بلکہ خواتین تک پہنچا دی۔ پھر کھیل کو رقص بنا ڈالا اور رقص کی جگہ بھی ناچنے کا لفظ استعمال کر دیا اور نیزوں کو ملحوظ نہ رکھا آپ نے صرف ایک ہی حدیث میں خیانتوں کے انبار لگا دیئے انا للہ وانا الیہ راجعون (کیا شیخ الاسلام ایسے ہی ہوتے ہیں)

سوال: ۲ بخاری و مسلم میں تو یہ ہے کہ حبشہ کے لوگ مسجد نبوی میں اپنے نیزوں کے ذریعے کھیل رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے یہ کھیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دکھایا فعن عائشة قالت رایت النبی ﷺ والحبشة یلعبون بحرابهم

جواب: اب آپ نے سیدھی بات کی ہے مگر اس میں رقص کا لفظ اور تمام مرد و خواتین کا ناچ دکھا دو؟ یہاں تو لعب کا لفظ ہے اور نیزوں کا ذکر ہے۔ یہ نیزے اسے کسی قیمت پر ڈانس نہیں بننے دیتے بلکہ جنگی مشق کا واضح ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ حدیث کو غور سے دیکھو لعب کا معنی کھیل اور حراب کا معنی نیزے۔

س ۳: یہی حدیث امام احمد بن حنبل نے بھی نقل کی ہے انہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کانت الحبشة یزفنون بین یدی رسول الله ویرقصون ویقولون محمد عبد صالح طبرانی میں بھی یزفنون ویلعبون کے الفاظ ہیں اور ایک روایت میں یرقصون موجود ہے یہی حدیث ابن حبان اور فتح الباری میں بھی موجود ہے ترمذی میں ہے فاذا حبشية تزفن والصبيان حولها کہ یعنی حبشی رقص کر رہے تھے اور بچے ان کے ارد گرد رقص کر رہے تھے۔ (مشکوۃ ۶۰۴۹) یہی حدیث نسائی نے بھی سنن کبری میں بیان فرمائی ہے۔ یہ واقعہ ایک ہی ہے جس کے طرق

،اسانید اور الفاظ مختلف ہیں ان سب کو بخاری کی تائید حاصل ہے۔

جواب: اولا یہ تو فرمایئے کہ جب اقعہ ایک ہی ہے تو پھر آپ ہر جگہ نیزوں کو بھی ملحوظ رکھنا پسند کریں گے کہ نہیں؟ جب کہ یہ لفظ تو ہے بھی بخاری میں ۔بخاری شریف میں اسی حدیث کے لفظ بحرابھم کے ساتھ بین السطور لکھا ہے کہ وبھا تحصل المطابقة یعنی نیزوں کا لفظ مطابقت فراہم کرتا ہے۔اور یلعبون کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ وھذاا لیس لعبا مجردا بل فیه تدریب الشجعان للقتال یعنی یہ خالی کھیل نہیں تھا بلکہ اس میں نوجوانوں کے لئے جنگ کی مشق تھی ۔(حاشیہ بخاری بحوالہ فتح الباری ج۱ص۶۵)واضح ہوگیا کہ صرف رقص الگ چیز ہے اور نیزوں کے ساتھ کھینا اور چیز ہے۔۔امام نووی فرماتے ہیں زفــن کے لفظ کو علماء نے اسلحہ سمیت اچھلنے اور نیزوں کے ساتھ کھیلنے پر محمول کیا ہے،رقص کرنے والی ہیئت سے ملتا جلتا ہوتا ہے،اس لئے کہ عظیم ترین روایات میں کھیل کے ساتھ نیزوں کی پابندی موجود ہے،لہذا اس لفظ کا معنی کرتے وقت تمام روایات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے (شرح نووی جلد اص۲۹۲)

ثانیا: آپ نے خود ترمذی اور نسائی کی سنن کبری کا جو حوالہ دیا ہے وہ حدیث آپ نے ادھوری نقل کی ہے اس کے اگلے الفاظ یہ ہیں

اذا طلع عمر فارفض ناس عنه فقال رسول الله ﷺ انی لانظر الی شیاطین الجن و الانس قد فروا من عمر قالت فرجعت یعنی اوپر سے حضرت عمر فاروق آ گئے،آپ کو دیکھ کر بھاگ گئے،نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ عمر کو دیکھ کر انسانی اور جناتی شیاطین بھاگ گئے،پھر میں واپس آ گئی۔ (ترمذی مشکوۃ باب مناقب عمر)

اب فرمایئے!آپ نے حدیث کے ساتھ اتنی بڑی خیانت اور بددیانتی کیوں کی،نیز آپ نے یہاں اپنا قاعدہ فٹ کیوں نہیں کیا کہ واقعہ ایک ہی ہے جس کے الفاظ مختلف ہیں ترمذی اور سنن کبری والی حدیث بخاری ومسلم میں جلوہ گر کیوں نہ دیکھی اگر چہ الفاظ مختلف سہی؟ گویا اپنے ہی قاعدے کے مطابق اب گویا یہاں بھی آپ کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ بخاری ومسلم وابن حبان طبرانی،مسند احمد،ابوداود اور سنن کبری میں ہے کہ حضورﷺ نے اس رقص کو شیطانی قرار دیا۔

آپ نے اس سوال میں پانچ علمی خیانتیں کی ہیں (۱) حدیث کی شرح کرتے وقت حراب کے لفظ ملحوظ نہیں رکھا (۲) آپ نے شرح نووی کا خود حوالہ دیا ہے کہ یزفنون یوم العید معناہ یرقصون حالانکہ امام نووی نے اس کے فوراً بعد لکھا ہے۔اس یزفن کو علماء نے اسلحہ سمیت اوپر نیچے کودنے اور نیزوں کے ساتھ کھیلنے پر محمول کیا ہے جو رقص کرنے والے کے مشابہ ہو جاتا ہے،اس لئے کہ عظیم ترین روایت میں نیزوں کی قید موجود ہے،پس اس لفظ کا وہ معنی کیا جائے گا جو تمام روایات کے موافق ہو (شرح مسلم ج۱ص۲۹۲) نووی کے یہ اگلے الفاظ آپ ہضم کر گئے ۔اتنی بڑی وضاحت کے بعد ہم یہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کی تحریر کو خیانت،بددیانتی،دین میں تحریف،تقیہ سب کچھ کہہ سکیں ،ذرا بتایئے کہ آپ کو روکنے ٹوکنے والوں کا قصور ہوگا یا آپ کا اپنا؟ آپ کی پیروی کرنے والے مخلص نوجوان بچوں سے ہمیں اتنی شکایت نہیں ۔اصل مجرم تو آپ ہیں جو اپنے ساتھ ان بیچاروں کے گناہ کے بھی ذمہ دار ہیں ۔لیکن آپ کی اتنی بڑی خیانتیں سامنے آجانے کے بعد ہم ان لڑکوں سے بھی امید رکھتے ہیں کہ یہ آپ سمجھ جائیں گے ۔آپ نے تیسری خیانت یہ کی ہے کہ سنن کبری میں امام نسائی کی روایت ادھوری نقل کی جس میں نبی کریم ﷺ نے اس کھیل کو شیطانی قرار دیا ہے۔آپ نے چوتھی خیانت یہ کی ہے کہ حبشیہ سے مراد حبشی مرد لئے ہیں جب کہ یہ ایک حبشی لڑکی تھی ۔بلکہ بعض علماء نے اس حبشی لڑکی کے لونڈی ہونے اور پھر نابالغ ہونے کی تصریح کی ہے مثلا مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں: یہ ناچنے والی

لونڈی تھی وہ بھی بجی اور اس کا تماشہ دیکھنے والے بھی مدینہ منورہ کے بچے مراد تھے۔ مراۃ المناجیح ج ۸ص ۳۳۴) آپ نے پانچویں خیانت یہ کی ہے کہ اردگرد کھڑے بچوں کو بھی رقص میں شامل کر دیا ہے حالانکہ وہ بچے محض کھڑے دیکھ رہے تھے وھم ینظرون الیھا کما فی المرقاۃ .

سوال ۴ تمام شارحین علماء نے لکھا ہے کہ مسجد میں صحابہ کا رقص جنگی مشق تھی لیکن میں نہایت ادب سے یہ اعتراض کرتا ہوں کہ اگر یہ جنگی مشق تھی تو اس کے لئے مسجد کا انتخاب کیوں ہوا؟ جنگی مشق کے لئے تو میدان بھی موجود تھے؟ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حضور کو منانے کے لئے رقص تھا۔

ج اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں جنگی مشق منع نہیں ہے بلکہ نماز کے لئے صفیں سیدھی کرنے میں جنگی مشق پوشیدہ ہے۔ ثانیاً مسجد میں ڈانس کرنا زیب نہیں دیتا۔ ڈانس کے لئے بھی تو کھلے میدان موجود تھے؟ مسجد بتا رہی ہے کہ ڈانس نہیں بلکہ یہ جنگی مشق تھی اور بقول تمہارے اگر یہ حضور کو منانے کے لئے رقص تھا تو ایسے رقص کے لئے نیزوں کی کیا ضرورت تھی؟ پھر انہیں حضور ﷺ مسجد کے علاوہ ہزاروں مقامات پر ملتے رہتے تھے، دعوتوں پر تشریف لے جاتے تھے اور صفہ نامی چبوترے پر صوفیا کو بھی وقت دیتے تھے اور یہ رقص کے لئے مناسب ترین اوقات تھے۔ لہٰذا جمیع شارحین اور اساتذہ پر اعتراض اور ان سے اختلاف محض بدنصیبی ہے۔

س: ۵ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی صاحبزادی والی حدیث مبارکہ میں ہے فقام فحجل حول رسول الله ﷺ یعنی حضرت جعفر کھڑے ہو گئے اور حضور کے اردگرد رقص کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا کر رہے ہو انہوں نے عرض کیا کہ حبشہ کے لوگ اپنے بادشاہ کے خوش ہونے پر اسی طرح کرتے ہیں۔ (بخاری، ترمذی، بیہقی، ابن سعد فتح الباری)

ج: اس حدیث میں حجل کا لفظ ہے نہ کہ رقص کا۔ آپ نے زفن کے لئے تو لغات کے انبار لگا دیے تھے مگر یہاں حجل کا معنی بیان کرتے وقت کیوں جھجک گئے؟ لغت اور حدیث کی کتابوں میں حجل کا معنی صاف لکھا ہے ایک ٹانگ اٹھا کر دوسری پر کودنا (المنجد، مرقاۃ ج ۶ص ۳۵۹) یہ حجل کہاں اور آپ کا ناچ اور ڈانس کہاں؟ واضح رہے کہ حجل کا لفظ بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہرگز موجود نہیں اور اس میں آپ نے وہی پہلی فنکاری دکھائی ہے، یہ بھی واضح رہے کہ حجل کا واقعہ کسی قابلِ اعتماد کتاب میں نہیں لیا گیا، آپ نے بخاری، مسلم اور ترمذی کا حوالہ دیا ہے جو سراسر جھوٹ ہے لعنتُ اللهِ علی الکاذبین دراصل یہ واقعہ واقدی نے بیان کیا ہے جو محدثین میں اول نمبر کا غیر معتبر تاریخ دان ہے واقدی سے ان کے شاگرد ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے جسے بعض شارحین نے اس حدیث کی شرح لکھتے وقت ساتھ ملا لیا ہے۔ ثانیاً محبوب کریم ﷺ بعض ناپسندیدہ چیزوں پر کسی طریقے یا اشارے سے ناپسندیدگی ظاہر فرما دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ اس کام کا وقتی جذبات سے متعلق ہونا اور عمومی طور پر مکروہ ہونا ہر کسی پر واضح ہوتا تھا۔ لہٰذا آپ اس طریقے سے درگذر فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کی طرف سے اعراض بھی پایا جاتا تھا جیسے کہ اس سے قبل آپ کا خود حبشیوں کا کھیل دیکھنا اور اسے شیطانی فعل قرار دینا ہم لکھ چکے ہیں۔ اس سے سرعام پوری امت کے لئے رقص کا جواز کھینچ لینا اور تمام مردوں عورتوں کو ناچ پر لگا دینا نہایت بدنصیبی کی بات ہے۔

الحاصل حجل سے مراد ایک ٹانگ پر کودنا ہے نہ کہ معروف رقص، پھر اس حجل میں بھی ما ھذا کے ذریعے دلیل اعراض کو محسوس کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ روایت ثابت ہی نہ ہو سکے تو رقص کی پوری عمارت ہی دھڑام۔ چنانچہ داتا گنج بخش علی ہجویری فرماتے ہیں: خرافاتی لوگ رقص کو ثابت کرنے کے لئے جتنی روایات پیش کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں کاملین ایسی گندی حرکت نہیں کر سکتے۔ داتا گنج بخش علی ہجویری کشف المحجوب ص ۴۷۶)

س ۶ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ صوفیا کا رقص جائز ہے انہوں نے حضرت جعفر کے رقص کو اس کی اصل قرار دیا ہے۔ کئی صوفیاء نے اس کی تائید کی ہے اور ایک نے کہا کہ صاحب حال مغلوب ہوتا ہے اور انکار کرنے والا محروم ہوتا ہے۔

ج صوفیا کے رقص کا جائز کہنا تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ کہ علماء وصوفیا میں سے کسی نے رقص کو کفر لکھا ہے کسی نے حرام لکھا ہے اور کسی نے فسق اور کسی نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور کسی نے اسے شریعت وطریقت دونوں کے لحاظ سے بے اصل قرار دیا ہے۔ آپ نے صرف علامہ سیوطی کی ایک تحریر کیوں لکھ دی اور بے شمار اقوال اور خصوصاً تمام علماء شریعت اور اولیاء طریقت کا اجماع کیوں چھپایا؟ (۱)

جو رقص کو جائز کہے علماء نے اسے کافر کہا ہے۔ (در مختار ج ۲ ص ۳۳۷) (۳) اس غناء، دف اور رقص کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے (فتاوی بزازیہ بر فتاوی عالمگیری ج ۶ ص ۳۴۹) (۴) اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود ورقص کو اپنا دین وملت بنالیا ہے اور اسی کو طاعت وعبادت سمجھتے ہیں جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ج ا مکتوب ۲۶۶) (۵) شریعت وطریقت دونوں میں رقص کا کوئی ثبوت نہیں اولیاء اللہ میں سے کسی ایک نے بھی اسے پسند نہیں کیا۔ خرافاتی لوگ رقص کو ثابت کرنے کے لئے جتنی روایات پیش کرتے ہیں وہ سب باطل ہیں کاملین ایسی گندی حرکت نہیں کر سکتے۔ داتا گنج بخش علی ہجویری کشف المحجوب ص ۴۷۶)

امام اہل سنت کی تحقیق یہ ہے کہ رقص سے مراد اگر متعارف ناچ ہے تو یہ مطلقاً حرام ہے آج کل کے بناوٹی صوفیوں سے بھی ایسی حرکت بعید نہیں بلکہ ہمارے علم اور مشاہدے میں ہے کہ یہ لوگ ایسی حرکتیں کرنے لگے ہیں یہ سب قرآن کی قطعی آیات کی روشنی میں حرام ہے اور اسے مستحب قرار دینا تو دور کنارا سے علماء نے کفر قرار دیا ہے۔ فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۱۲)

س ۷ بعض صوفیا نے من تشبہ بقوم فھو منھم سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جان بوجھ کر بھی رقص کرنا جائز ہے۔

ج من تشبہ بقوم پر ہی عمل کرنا ہے تو ان صوفیاء سے مشابہت کر لیجئے جو رقص کو منع کرتے ہیں۔ مجذوب سے مشابہت بہتر ہے یا سالک سے؟ صاحب ظرف سے مشابہت بہتر ہے یا اس کی نسبت چھوٹے ظرف والے سے۔ صوفیا کا نام استعمال کر کے عملاً کیا ہو رہا ہے۔ ان بیوقوفوں کے زیر اہتمام محافل میں عورتیں بھی دف بجا کر رقص کرنے لگی ہیں۔ حالانکہ ساز کے بغیر عام محفل سماع میں بھی مشائخ نے عورتوں اور بچوں کا جانا منع فرمایا ہے اور اس پر بہت سی قیود لگائی ہیں۔

پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ آخر رقص پر اصرار کرنے اس کی خاطر مضامین شائع کرنے اور اس کے جواز پر مستقل کتابیں لکھنے کی ضرورت اور مجبوری کیا ہے؟ اس کے بغیر دین کا کیا بگڑ چلا ہے؟ دوسری طرف فسق وفجور اور کفر تک کا اگر یقین نہیں تو اندیشہ ہی سہی، رقص کو جائز کہنے والوں پر کفر کے فتوے موجود ہوں تو اب خوف خدا کا تقاضا کیا ہے؟

آخر آپ کا ہر فتوی فحاشی اور کفر کا معاون کیوں ہے؟ عورتوں کا تبرج، محافل میں رقص بلکہ صحابیات کا بھی رقص ثابت کرنا، کرسمس ڈے منانا، دف کو جائز کہنا، گانے کو قرآن کی نغمگی سے ثابت کرنا، فلمی لوگوں کا کلچر ونگ بنانا، آخر یہ سب کیا ہے؟ بعض سوالات یہ بھی ہیں کہ اگر رقص کو جائز کہو گے تو اس میں لچک Twist کی حد کیسے مقرر کرو گے اور لوگوں کو کیسے اس کا پابند کرو گے، عورتوں پر کیسے پابندی لگاؤ گے، نبی کریم

ﷺ کی امت میں سے کوئی شخص اعتراض کرے گا اور کوئی نادان تمہارا ساتھ دے گا، امت کو انتشار کی نظر کیوں کر رہے ہو؟ ان کو چہ مگوئیوں کا موقع کیوں دے رہے ہو۔ یہ بھی دیکھنا ہے یہ دور کونسا جا رہا ہے اور ایسے فتووں سے کس قسم کے لوگوں کو شیلٹر ملے گا۔ اللہ تعالی تصوف اور دین کو بدنام کرنے والوں سے مسلمانوں کو بچائے۔ بقول مولانا روم کار شیطاں می کنند نامش ولی گر ولی این است لعنت بر ولی۔ (ماخوذ ماہنامہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپریل ۲۰۱۱)

ماشاء اللہ کیا بات ہے علامہ مفتی غلام رسول قاسمی صاحب کی بڑے مدلل اور مہذب انداز میں طاہر القادری کی خیانتوں کا پردہ چاک کر کے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اللہ تعالی اس علمی اور روحانی شخصیت کو سلامت رکھے اور ان کے فیوض و برکات کو عام کرے۔ اور اللہ مسمانوں کو علماء سوء کے شر سے بچائے۔ آمین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں میری امت کے ایک گروہ کو مسخ کر کے بندر و خنزیر بنا دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خواہ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: خواہ وہ نمازیں پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں، حج کرتے ہوں صحابہ نے عرض کیا ان کا گناہ کیا ہوگا؟ فرمایا: اِتَّخَذُو المعازفَ وَالْقَيِّنَاتِ وَالدُّفُوْفِ وہ آلات موسیقی اور عورتوں سے گانے سنیں گے اور دفیں بجائیں گے، شرابیں پئیں گے، اسی لہو ولعب میں وہ رات گذاریں گے اور صبح کو بندر اور خنزیر ہوں گے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۷) (شرح مسلم ج ۲ ص ۶۷۸) مغلیہ دور کے عظیم فقیہ حضرت ملا نظام الدین تحریر فرماتے ہیں: سماع، گانا سننا اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے اور وہاں جانا ان کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۲)، البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱۴ ص ۴۳۴) مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی اپنی شہرہ آفاق کتاب بہار شریعت میں، فتاوی شامی اور عالمگیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ناچنا تالی بجانا، ستار ایک تارہ، دوتارہ، ہارمونیم، چنگ طنبورہ بجانا اسی طرح سے دوسرے قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔ متصوفہ زمانہ (بناوٹی صوفی) مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ قوالی سنتے ہیں اور کبھی اچھلتے کودتے اور ناچنے لگتے ہیں اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے ایسی محفل میں جانا، وہاں بیٹھنا ناجائز ہے مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۵۱۱)

عید کے دن اور شادیوں میں دف بجانا جائز ہے جبکہ سادے دف ہوں، اس میں جھانج نہ ہوں اور قواعد موسیقی پر نہ بجائے جائیں یعنی محض ڈھب ڈھب کی بے سری آواز سے نکاح کا اعلان مقصود ہو۔ (ردالمحتار کتاب الحظر، عالمگیری (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۵۱۰)

شادی کی عمر: السلام علیکم: علامہ صاحب! بیٹی کی شادی ۱۱ سال اور چھ ماہ کی عمر میں کرنا جائز ہے۔

(حافظ محمد اعظم آسوی ماموں زاد بھائی حضور مفکر اسلام)

ماشاء اللہ: محترم و مکرم حافظ صاحب! آپ ہمارے سر کا تاج ہیں ہم آپ کے نوکر، آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ آپ کا تعلق حضور مفکر اسلام کے گھرانے سے ہے آپ کا میسج پڑھ کر میں آب دیدہ ہو گیا مجھے حضور مفکر اسلام کی یاد نے تڑپا دیا میرا دل چاہ رہا تھا کہ فوراً آپ سے ملاقات کروں اور آپ کی زبان سے حضور مفکر اسلام کی باتیں سنوں۔

شرعاً اس عمر میں شادی کرنا جائز ہے بلکہ بہتر ہے اگر بچے صحت مند ہوں اگر کمزور ہوں تو لیٹ بھی کر سکتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے اچھی تعلیم دے پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے اگر بچہ بالغ ہو گیا اور اس کا نکاح نہ کیا اور اس نے کوئی گناہ کر لیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔ (مشکوۃ کتاب النکاح باب الولی فی النکاح حدیث عربی 3138 اردو 3002)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ نکاح بالغ ہونے پر کرے اگرچہ بچے کا بھی نکاح درست ہے بالغ بچہ کی عادات وغیرہ معلوم ہو جاتی ہیں۔ اگر بچہ غریب ہو خود نکاح کرنے پر قادر نہ ہو (اگر امیر ہو تو وہ خود بھی نکاح کر سکتا ہے) باپ امیر ہے اولاد کا نکاح کر سکتا ہے مگر لاپرواہی یا امیر کی تلاش میں نکاح نہ کرے تب بچہ کے نکاح کا وبال اس لاپرواہ باپ پر ہوگا۔ (مرقات) کیونکہ باپ کی کوتاہی اس کے گناہ کا سبب ہے اگرچہ کسب گناہ کا وبال خود بچہ پر بھی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض امیروں کی تلاش میں بچے کا نکاح عرصہ تک نہیں کرتے اس سے بدتر یہ ہے کہ اپنی کنواری جوان لڑکیوں کو سکول وکالج اکیلے بھیج دیتے ہیں جس کے برُے نتیجے آنکھوں کے سامنے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: توریت میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے پھر وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

(مشکوۃ کتاب النکاح باب الولی فی النکاح حدیث عربی 3139 اردو 3003)

اس حدیث کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یعنی کفو ملتا ہو اور یہ شخص نکاح کر دینے پر قادر ہو پھر بھی محض دولت مند کی تلاش میں لاپرواہی سے نکاح نہ کرے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رب توفیق دے تو لڑکی کا نکاح بارہ سال کی عمر سے پہلے ہی کر دے اب تو پچیس تیس سال تک کی لڑکیاں گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں، نہ ہی انہیں لاکھ پتی ملتا ہے نہ نکاح ہوتا ہے، رب تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے۔

بلوغت کا معیار: مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لڑکی کے بلوغ کی عمر کم از کم نو سال ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال اور لڑکے کے بلوغ کی عمر کم از کم بارہ سال زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہے مگر ایک روایت میں اس کی انتہائی عمر پندرہ سال ہے فتویٰ اسی پر ہے تو یہ سن کے لحاظ سے بلوغ کا ذکر تھا۔ علامت بلوغ لڑکی کے لئے حیض آنا یا حاملہ ہو جانا یا زیر ناف بال آ جانا یا احتلام ہے۔ لڑکے کے لئے علامات بلوغ: احتلام، حاملہ کر دینا یا زیر ناف بال ہیں یہاں بلوغ کی انتہائی عمر کا ذکر ہے حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ ۱۵ سال سے پہلے لڑکا بالغ نہیں ہو سکتا مطلب یہ ہے کہ اگر ۱۵ سال کی عمر میں بھی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکا بالغ مانا جائے گا۔ (مرقات، مراۃ شرح مشکوۃ ج۵ ص۱۸۹)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکا (۱۸) اٹھارہ سال کے بعد اور لڑکی (۱۷) سترہ سال مکمل ہونے کے بعد بالغ ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے اور امام محمد اور ابو یوسف کہتے ہیں: جب لڑکا اور لڑکی ۱۵ سال کے ہو جاتے ہیں تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں امام صاحب سے بھی اس قول کی ایک روایت ہے۔ لڑکے کے بالغ ہونے کی کم از کم عمر ۱۲ سال فرض کی گئی ہے اور لڑکی کے بالغ ہونے کی کم از کم عمر ۹ سال فرض کی گئی ہے۔ (ہدایہ اخیرین، شرح مسلم ج۵ ص۸۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ تین شخصوں کی امداد فرمانا اللہ کے ذمہ کرم پر لازم ہے اَلْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيْدُ الْأَدَاءَ وہ مکاتب غلام جو ادا کا ارادہ رکھتا ہے وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيْدُ الْعَفَافَ اور وہ نکاح کرنے والا جو پاک دامنی کا ارادہ کرے

(ترمذی حدیث ۱۶۵۵ مشکوۃ حدیث ۳۰۸۹ کتاب النکاح)

تشریح: مکاتب وہ غلام ہے جسے مولا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنی رقم مجھے دے دے تو تو آزاد ہے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے۔ ایسے ہی مقروض کو قرض سے نجات دلانا اور مظلوم قیدی کو قید سے چھڑانا بہت ہی ثواب ہے۔

نکاح خود سنت ہے اور جب کہ اس میں یہ نیت خیر بھی شامل ہو جائے تو نور علی نور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں جہیز ملنے شہوت پوری کرنے کسی اونچے آدمی سے قرابت قائم ہونے کی نیت نہ کرے محض اپنے کو گناہوں سے بچانے کی نیت کرے ایسے ناکح کی مالی بدنی امداد کرنا ثواب ہے مگر مالی مدد ضروریات نکاح پوری کرنے کے لئے ہو نہ کہ حرام رسوم ادا کرنے کے لئے۔

تین چیزوں میں جلدی کرنا سنت ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا : اے علی تین چیزوں میں دیر نہ لگاؤ اَلصَّلَاةُ إِذَا اَتَتْ نماز جب اس کا وقت ہو جائے وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ اور جنازہ جب تیار ہو جائے وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْوًا اور جب تم کو بے نکاح عورت کا کفول جائے۔

(ترمذی ۱۷۱ مشکوۃ حدیث ۶۰۵ کتاب الصلاۃ باب تعجیل الصلوات)

معلوم ہوا کہ اٹھارہ سال کی عمر سے پہلے نکاح کرنے کی ممانعت کا قانون خلاف اسلام ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ لازماً بارہ سال کی عمر میں نکاح کر دیا جائے اپنے اپنے علاقے اور اولاد کی صحت کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور جو نکاح کے لوازمات ہیں مثلاً کاروبار یا ضروری تعلیم کا ہونا ان تمام چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے بعض عرب اور ہمارے ملک میں بھی بعض بچے جلد جوان ہو جاتے ہیں اگر ان کے گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے تو جلدی نکاح کر دیا جائے ورنہ تاخیر بھی کی جاسکتی ہے لیکن بعض بڑی عمر کے بھی بیمار اور کمزور ہوتے ہیں انہیں نکاح کی رغبت نہیں ہوتی انہیں مجبور نہیں کرنا چاہئے بلکہ ان کا علاج کرانا ضروری ہے۔ بعض لوگ بہت زیادہ تاخیر کر دیتے ہیں پھر جب شادی کرتے ہیں تو اولاد سے محروم رہتے ہیں اگر لڑکا یا لڑکی جوان ہو گئے ہیں اور صحت مند بھی ہیں شادی کے قابل بھی ہیں لیکن اسباب میسر نہیں تو پاک دامن رہنے کے لئے روزہ رکھنا بہترین علاج ہے ہفتہ میں کم از کم دو روزے رکھ لیا کریں پیر اور جمعرات یا چاند کی 15-14-13 کو روزہ رکھیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے جوانوں کی جماعت تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا اور شرمگاہ کا محافظ ہے اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کر لے کہ یہ روزے اس کی حفاظت ہیں۔

(مشکوۃ کتاب النکاح کی پہلی حدیث نمبر 3080 بخاری کتاب النکاح 5065 مسلم کتاب النکاح 1400)

بوسہ قبر

جناب مزارات کو چومنا یا ان کے سامنے والی جگہ چومنا کیسا ہے اسلام کے مطابق؟ (محمد احسان شکر گڑھ)

احکام شریعت میں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ سے سوال ہوا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبر اولیائے کرام اور طواف کرنا گرد قبر کے اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب: بلا شبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور احوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل (چومنا) کیونکر متصور ہو یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسال اللہ حسن المآل وعنده العلم بحقیقة کل حال۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص ۲۳۹)

مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں: مزارات مقدسہ پر ہاتھ پھیرنا، بوسہ دینا، ان کے سامنے جھکنا اور زمین پر چہرہ ملنا منع ہے اس لئے کہ یہ چیزیں عادات نصاریٰ میں سے ہیں جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے اور فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۴ میں ہے و لا يَمْسَحُ القبرَ و لا يُقَبِّلُه فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَادَةِ النَّصَارىٰ یعنی قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور اسے بوسہ دے اس لئے کہ وہ عادات نصاریٰ (عیسائیوں) میں سے ہے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۷ میں ہے کہ مزارات کو بوسہ نہ دینا چاہئے۔ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور عبادت کی نیت سے ہو تو کفر ہے۔ (انوار الحدیث ص ۲۱۳)

علامہ محمد عبدالحامد بدایونی لکھتے ہیں: اگر چہ اکابر علماء اہل سنت نے بوسہ قبر کو ہر شخص کے لئے عام کرنے سے احتراز کیا ہے لیکن جہاں تک نفس بوسہ قبر کا تعلق ہے الحمد للہ وہ اپنی اصل سند کے لحاظ سے ہر طرح صحیح اور ثابت شدہ ہے نبی پاک ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا جب کہ آپ وفات پا چکے تھے اور نبی کریم ﷺ رو رہے تھے۔ ترمذی، ابوداود اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کو وصال کے بعد بوسہ دیا (بخاری شریف) حضرت بلال جب مدینہ منورہ پہنچے قبر شریف کے پاس حاضر ہوئے روئے اور اپنا چہرہ قبر شریف پر ملنے لگے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۶) صحیح العقائد ص ۱۲۴)

حضرت داؤد بن صالح فرماتے ہیں کہ ایک دن مروان آنکلا اور اس نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے قبر انور پر اپنا چہرہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے گردن سے پکڑ لیا اور کہا تم جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں اور اپنا رخ اس کی طرف کیا تو وہ حضرت سیدنا ابوایوب انصاری تھے آپ نے فرمایا: جِئْتُ رسولَ اللهِ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں کسی بت کے پاس نہیں آیا۔

(احمد، مستدرک، المسند حدیث ۱۰۲۳)

ان تمام دلائل سے ثابت ہو رہا ہے عوام کو روکا جائے گا کیونکہ وہ سجدہ کرنا شروع کر دیتے ہیں خواص کے لئے اجازت ہے اگر صرف ہونٹوں سے بوسہ لیا جائے تو جائز ہے اور ماتھا قبر پر نہ رکھا جائے حضور مفکر اسلام جب علی پور شریف حاضری دیتے تو کھڑے کھڑے مزار کے

دروازہ کو بوسہ دیتے تھے۔

کیا غوث اعظم، داتا، غریب نواز کہنا شرک ہے؟

گوجر خاں سے الحقیقہ پڑھنے والی ایک اسلامی بہن کا بہترین میسج

گمراہ لوگ اللہ کے اولیاء کو غوث اعظم، داتا، غریب نواز کہنا شرک سمجھتے ہیں مگر وہ اس کا کیا جواب دیں گے؟ کہ اللہ بھی اکبر اور صدیق بھی اکبر اللہ بھی غنی اور حضرت عثمان بھی غنی اللہ بھی علی (آیت الکرسی) اور شیر خدا بھی علی، اللہ بھی رؤوف ورحیم (سورہ بقرہ:۱۴۳) اور نبی پاک ﷺ بھی رؤوف ورحیم (سورہ توبہ۱۲۸) اللہ بھی سمیع وبصیر (سننے والا دیکھنے والا) (سورہ بنی اسرائیل:۱) بندہ بھی سمیع وبصیر (سورہ دہر آیت:۲) اللہ بھی حی (زندہ) (آیت الکرسی) بندہ بھی حی (زندہ)، اللہ بھی وکیل حسبنا اللہ ونِعْمَ الوکیل (آل عمران۱۷۳) بندہ بھی وکیل، اللہ بھی کفیل وقد جَعَلْتُم اللہَ علیکم کَفِیلا (سورہ النحل۹۱) اللہ بھی شہید (النساء۳۴) بندہ بھی شہید، اللہ بھی مولانا اَنْتَ مولانا (سورۃ البقرہ۲۸۶) اور بندہ بھی مولانا (سورہ التحریم۴) تو کیا اکبر، غوث، علی رؤوف ورحیم سمیع وبصیر، وکیل، کفیل، شہید حی اللہ کی صفات نہیں؟ اگر بندے غوث داتا، غریب نواز مشکل کشا کہنا شرک ہے تو پھر بند کو رؤوف ورحیم سمیع وبصیر، وکیل، کفیل، شہید اور حی کہنا بھی شرک ہے۔ سب کو مردہ، بہرہ اور اندھا سمجھو کون ہے جو بندے کو وکیل نہیں سمجھتا سعودیہ میں کونسا غیر ملکی ہے جس کا کفیل نہ ہو پھر کوئی بھی شرک سے نہ بچا اگر وکیل، کفیل اور مولانا کہنا شرک نہیں تو مجازی معنی میں غوث، داتا اور غریب نواز اور مشکل کشا کہنا بھی شرک نہیں یا پھر آج سے وہابی اپنے مولویوں کو مولانا کہنا کسی کو وکیل کہنا اور سعودی نجدی کفیل بنانا بند کر دیں کیا سعودی یا وکیل ان کے خدا ہیں؟ بلکہ توحید کے ٹھیکے داروں کو اپنی زندگی ختم کر لینا چاہئے کتنا بڑا ظلم ہے کہ اللہ بھی زندہ اور یہ بھی زندہ؟ معلوم ہوا کہ یہ ان کا دھوکہ اور فراڈ ہے ان میں سے کوئی چیز بھی شرک نہیں صرف لفظی اشتراک سے شرک لازم نہیں آتا جب تک معنوی برابری نہ ہو لفظا ایک جیسے ہیں لیکن معنی میں زمین وآسمان کا فرق ہے اللہ اور معنی میں وکیل اور کفیل بندہ اور معنی میں اللہ وکیل کفیل حقیقی اور بندہ اس کی عطا سے اللہ خود بخود زندہ بندہ اس کی عطا سے اور اس کی زندگی عارضی اللہ کو فنا نہیں اللہ ذاتی طور پر مشکل کشا اور بندہ اس کی عطا سے۔ اگر کوئی کہے کہ غوث اور داتا اللہ ہے تو آپ فوراً کہیں پھر وکیل بھی اللہ ہے اور کفیل بھی اللہ ہے اور اللہ نے وکیل بنانے سے منع بھی کیا ہے ﴿ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ﴾ میرے علاوہ کسی کو وکیل نہ بناؤ (سورہ بنی اسرائیل:۲) پھر بھی آپ کو شرم نہیں آتی یا پھر یہ بات تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اللہ اور معنی میں وکیل بندہ اور معنی میں تو پھر غوث اور مشکل کا بھی یہی مطلب ہو گا یعنی معنی میں زمین وآسمان کا فرق وکیل شرک نہیں تو غوث بھی مشکل کشا بھی شرک ہے۔ اللہ ہماری تمام اسلامی بہنوں کو ایسی فکر عطا فرمائے دراصل یہ حضور مفکر اسلام اور الحقیقہ کی کرامت ہے کہ اسلامی بہنیں بہترین مبلغہ اسلام بن کر اپنا اور دوسروں کا ایمان بچا رہی ہیں۔ اللہ تعالی ان کے علم و عمل کو والدین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور مدینہ پاک کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین

..........☆☆☆..........

ساس بہو کا جھگڑا

ام ابراہیم آسویہ

ہماری ہندوستانی سماج کا یہ ایک بہت قابل افسوس اور دردناک سانحہ ہے کہ تقریباً ہر گھر میں صدیوں سے ساس اور بہو کی لڑائی کا معرکہ جاری ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی لڑائیوں، یہاں تک کہ عالمی جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ مگر ساس بہو کی جنگِ عظیم، یہ ایک ایسی منحوس لڑائی ہے کہ تقریباً ہر گھر میں اس لڑائی کا میدانِ جنگ بنا ہوا ہے۔

کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ماں کتنے لاڈ پیار سے اپنے بیٹوں کو پالتی ہے اور جب لڑکے جوان ہوجاتے ہیں تو لڑکوں کی ماں اپنے بیٹوں کی شادی اور ان کا سہرا دیکھنے کے لیے سب سے زیادہ بے چین اور بے قرار رہتی ہے اور گھر گھر کا چکر لگا کر اپنے بیٹے کی دلہن تلاش کرتی پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ پیار اور چاہ سے بیٹے کی شادی رچاتی ہے اور اپنے بیٹے کی شادی کا سہرا دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتی مگر جب غریب دلہن اپنا میکہ چھوڑ کر اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور رشتہ ناطہ والوں سے جدا ہو کر اپنے سسرال میں قدم رکھتی ہے تو ایک دم ساس اپنی بہو کی حریف بن کر اپنی بہو سے لڑنے لگتی ہے اور ساس بہو کی جنگ شروع ہوجاتی ہے اور بے چارہ شوہر ماں اور بیوی کی لڑائی کی چکی کے دونوں پاٹوں کے درمیان کچلنے اور پسنے لگتا ہے۔ غریب شوہر ایک طرف ماں کے احسانوں کے بوجھ سے دبا ہوا اور دوسری طرف بیوی کی محبت میں جکڑا ہوا، ماں اور بیوی کی لڑائی کا منظر دیکھ کر کوفت کی آگ میں جلتا رہتا ہے اور اس کے لیے بڑی مشکل یہ آن پڑتی ہے کہ اگر وہ اس لڑائی میں اپنی ماں کی حمایت کرتا ہے تو بیوی کے رونے دھونے اور اسکے طعنوں اور میکہ چلی جانے کی دھمکیوں سے اس کا بھیجا کھولنے لگتا ہے اور اگر بیوی کی پاسداری میں ایک لفظ بھی بول دیتا ہے تو ماں چیخ وپکار اور کوسنوں سے گھر سر پر اٹھا لیتی ہے اور ساری برادری میں ,,عورت کا مرید،، ,,زن پرست،، کہلانے لگتا ہے اور ایسے گرم گرم اور دل خراش طعنے سنتا ہے کہ رنج وغم سے اس کا سینے میں دل پھٹنے لگتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ساس بہو کی لڑائی میں ساس بہو اور شوہر تینوں کا کچھ نہ کچھ قصور ضرور ہوتا ہے لیکن میرا برسوں کا تجربہ یہ ہے کہ اس لڑائی میں سب سے بڑا ہاتھ ساس کا ہوتا ہے حالانکہ ہر ساس پہلے خود بہو رہ چکی ہے۔ مگر وہ اپنے بہو بن کر رہنے کا زمانہ بھول جاتی ہے اور اپنی بہو سے ضرور لڑائی کرتی ہے اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب تک لڑکے کی شادی نہیں ہوتی سو فیصدی بیٹے کا تعلق ماں ہی سے ہوا کرتا ہے۔ بیٹا اپنی ساری کمائی اور جو سامان بھی لاتا ہے وہ اپنی ماں ہی کے ہاتھ

دیتا ہے اور ہر چیز ماں ہی سے طلب کر کے استعمال کرتا ہے اور دن رات سینکڑوں مرتبہ اماں اماں کہہ کر بات بات میں ماں کو پکارتا ہے۔ اس کی ماں کا کلیجہ خوشی سے پھول کر سوپ بھر کا ہوجایا کرتا ہے اور ماں اس خیال میں مگن رہتی ہے کہ میں گھر کی مالکن ہوں۔ اور میرا بیٹا فرمانبردار ہے لیکن شادی کے بعد جب بیٹے کی محبت بیوی کی طرف رخ کر لیتی ہے۔ اور بیٹا کچھ نہ کچھ وقت اپنی بیوی کو دینے اور کچھ نہ کچھ اس سے مانگ کر لینے لگتا ہے تو ماں کو فطری طور پر ایک بہت بڑا جھٹکا لگتا ہے کہ میرا بیٹا میں نے اس کو پال پوس کر بڑا کیا۔ اب یہ مجھ کو نظر انداز کر کے اپنی بیوی کے قبضہ میں چلا گیا۔ اب اماں اماں کرنے کی بجائے بیگم بیگم پکارتا ہے۔ اپنی کمائی مجھے دیتا تھا اب بیوی کے ہاتھ میں ہر چیز دیتا ہے۔ اب میں گھر کی مالکن نہیں رہی اس خیال

سے ماں پر ایک جھلاہٹ سوار ہو جاتی ہے اور وہ بہو کو جذبہ حسد میں اپنی حریف اور مد مقابل بنا کر اس سے لڑائی جھگڑا کرنے لگتی ہے اور بہو میں طرح طرح کے عیب نکالتی ہے اور قسم قسم کے طعنے اور کوسنے دینے شروع کر دیتی ہے بہو شروع شروع میں تو یہ خیال کرکے کہ یہ میرے شوہر کی ماں ہے کچھ دنوں تک چپ رہتی ہے مگر جب ساس حد سے زیادہ بہو کے حلق میں انگلی ڈالنے لگتی ہے تو بہو کو پہلے تو نفرت کی متلی آنے لگتی ہے پھر وہ بھی ایک دم سینہ تان کر ساس کے آگے طعنوں اور کوسنوں کی قے کرنے لگتی ہے پھر معاملہ بڑھتے بڑھتے دونوں طرف تر کی بہ تر کی سوال و جواب کا تبادلہ ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ گولیوں کی بمباری شروع ہو جاتی ہے پھر بڑھتے بڑھتے اس جنگ کے شعلے ساس بہو سے خاندانوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں ۔ اور دونوں خاندانوں میں جنگ عظیم شروع ہو جاتی ہے میرے خیال میں اس لڑائی کے خاتمے کی بہترین صورت یہی ہے کہ اس جنگ کے تینوں فریق یعنی ساس، بہو اور بیٹا تینوں اپنے اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے لگیں تو انشاء اللہ ہمیشہ کے لئے اس جنگ کا خاتمہ یقینی ہے ان تینوں کے حقوق و فرائض کیا ہیں۔ یہ آئندہ ماہ انشاء اللہ بیان کئے جائیں گے۔

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** May 2013

Reg.No. C.P.L.169



